مسلکِ اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان
دوماہی
الرّضا
انٹرنیشنل
پٹنہ
مارچ، اپریل ۲۰۱۶ء، جمادی الاول، جمادی الآخر ۱۴۳۷ھ
امام احمد رضا اور تصور عشق
اصلاح معاشرہ اور امام احمد رضا
تاج الشریعہ کی
جدید تحقیقات
قارئین الرضا کے ایمان افروز تاثرات
تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک
صلح کلیت اگر بدعقیدگی کا چور دروازہ ہے تو جام نور صلح کلیت کا چور دروازہ
انٹرنیٹ پر افکار رضا کے دریچے
WWW
الگ الگ ڈفلی
الگ الگ راگ
ہر شخص شتر بے مہار بنا ہوا ہے
جس کے جی مین جو آرہا ہے لکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے، کوئی کسی کی کلائی تھامنے والا نظر نہیں آرہا ہے۔ غلط بہر حال غلط ہے خواہ کسی گوشے سے اس کا اظہار ہو رہا ہو اور کوئی بھی فرد اس کی وکالت کر رہا ہو۔
مولانا ملک الظفر سہسرامی سے خصوصی گفتگو
ڈاکٹر طاہر القادری سے
پوچھے گئے کچھ سوالات
جواب تک تشنۂ جواب ہیں
ڈاکٹر طاہر القادری کفر و ضلالت کے دلدل میں
چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

مارچ، اپریل ۲۰۱۶ء، جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دوماہی 'الرّضا' انٹرنیشنل، پٹنہ
ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد
سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 8521889323
ای میل: alraza1437@gmail.com
Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

قیمت فی شمارہ: ۲۵/روپے، سالانہ ۱۵۰/روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰/امریکی ڈالر

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دوماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

مشمولات

■ ■ ■

منظومات

وہ سلامت ہیں بنانے والے

● حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

کوئی دن میں یہ سَرا اوجڑ ہے
او درِ یار کے جانے والے

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام
او درِ یار کے جانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو!
طیبہ سے خلد میں آنے والے

نیم جلوے میں دو عالم گلزار
واہ وا رنگ جمانے والے

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

وہی دھوم انکی ہے ماشاءاللہ
مٹ گئے آپ مٹانے والے

ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

ہوگیا دھک سے کلیجہ میرا
ہائے رخصت کی سنانے والے

کیوں رضا آج گلی سُونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

سرکارِ تاجِ شریعت

● مولانا بلال انور رضوی، کلیر

زینت گلشن ہلسنت
مظہر جلوۂ اعلی حضرت
فخر گلزار تاج شریعت
میرے سرکار تاج شریعت

اہلسنت کے مخلص اکابر
درمیاں اِن نجوم ھدی کے
جنکے صدقے جییں ہم اصاغر
ماہ ضوبار تاج شریعت

حسن صورت نگاہوں کی جنت
جام عشق حبیب خدا سے
حسن سیرت دلیل ولایت
مست وسرشار تاج شریعت

روئے زیبا نہ کیوں دل کو بھائے
دید نوری وحامد رضا ہے
دیکھنے سے خدا یاد آئے
تیرا دیدار تاج شریعت

حق کا احقاق ابطال باطل
یہ ادا کس میں ہے آج کامل
مسلک اعلیحضرت کا حاصل
کون معیار؟ تاج شریعت

باغ ایمان کا پھل رہا ہے
ہر طرف تذکرہ چل رہا ہے
کفر کا آشیاں جل رہا ہے
زیب گفتار تاج شریعت

اہل علم وادب جنکے طالب
اعلی گفتار اعلی مراتب
مقتدی صاحبان مناصب
اعلی کردار تاج شریعت

تاجور ملک افتا قضا کا
کون ہے آج نائب رضا کا
مقتدا اہل عشق وفا کا
دل کا اقرار تاج شریعت

آج ہر سو ہیں جنکے اجالے
ہیں فدا نور ایمان والے
پڑ گئے ہیں اندھیروں کے لالے
نوری شہکار تاج شریعت

اعترافی کے چہرے منور
آج ہے اہل حق کی زباں پر
انحرافی اندھیروں میں مضطر
حق کا معیار تاج شریعت

اعلیحضرت کا ڈنکا بجے گا
کچھ نہ حاسد عدو کا بنے گا
یوں ہی مسلک کا نعرہ لگے گا
ہیں علم دار تاج شریعت

جل رہے ہیں جو جلتے رہینگے
آپکی راہ چلتے رہینگے
اہل ایماں مچلتے رہینگے
ہم رضا کار تاج شریعت

عاشقان رضا کی وفا سے
اپنے اور غیر کی ہر ادا سے
دشمنوں حاسدوں کی جفا سے
ہیں خبردار تاج شریعت

یہ عقیدت نہیں ھے حقیقت
حافظ مسلک اعلیحضرت
حق کا اظہار ہے رضوی فطرت
دین کے یار تاج شریعت

فتنے رنگین ہوں چاہے سادہ
فضل مولی سے ہم سنیوں کے
اوڑھ کر آئیں کوئی لبادہ
ہیں مددگار تاج شریعت

فتنے سمجھے بریلی میں کیا ھے
حامدی نوری جیلانی تیور
یہ نہ سوچا کہ اختر رضا ھے
رضوی للکار تاج شریعت

آتش دشمنی یا حسد میں
فضل رب ہے ہماری مدد میں
جلنے والے رہیں اپنی حد میں
کہ ہیں سالار تاج شریعت

رضوی برکت سے معمور فتوی
کرتے ہیں اپنے اجداد جیسا
آئینہ حسن نوری کا تقوی
حق کا اظہار تاج شریعت

یا خدا ابر فیضان اختر
ہم رہیں جنکے منگتا بھکاری
دیر تک برسے ہم سنیوں پر
اور سرکار تاج شریعت

ھے بلال آپ کا سائل در
رضویوں ہی میں ہو روز محشر
نوری رضوی عطاؤں کا خوگر
یہ گنہ گار تاج شریعت

ایڈیٹر کی میز سے----

الرضا کا پہلا شمارہ ہندوستان پاکستان قطر افریقہ دوبئی کے اہل علم و ادب اور صاحبان نقد و نظر کی نظروں سے ہوتا ہوا ان کے دلوں تک پہنچ گیا، انہوں نے اسے محبت سے پڑھا اور عقیدت سے اپنے تاثر کا اظہار کیا، دیکھتے ہی دیکھتے تاثرات کا گلشن آباد ہو گیا، اس شمارہ میں کچھ تاثرات شامل بھی ہیں جو سمٹتے سمٹتے بھی ۱۶ رصفحات پہ پھیل گئے ہیں کچھ اہم تاثرات رسالہ مرتب ہو جانے کے بعد موصول ہوئے، پاکستان کے دو رسالے ماہنامہ "جہان رضا" اور "فکر سواد اعظم" میں اس کے اداریہ کو شائع کرنے کی اطلاع دی گئی، الرضا کی یہ پذیرائی یہ بتانے کے لئے بہت کافی ہے کہ الرضا ایمان و ایقان کی چوٹی سے بلند ہونے والی صدا ہے، جس کا ہر درد مند دل تمنائی اور ملی انتشار پہ خلوت میں آنسو بہانے والی ہر آنکھیں متلاشی تھیں۔ بعض سفید پوشوں نے اپنے گروپ میں الرضا پہ منفی تنقیدیں کی، بعض نے پھبتیاں کسیں اور ایک صاحب تو اتنے مہربان ہوئے کہ اپنے گروپ میں الرضا کے اداریہ پہ تلملا کر جوتے کی تصویر شیر کی، اس سے بھی جی نہیں بھرا تو ایک مسجد میں خطبہ کے دوران "اللہ وہابی دہشت گردی سے بچائے اور فلاں دہشت گردی سے بچائے کہتے کہتے اللہ "بریلوی دہشت گردی سے بچائے" بھی فرما گئے، اب چوں کہ ایسا کہنے والے خود کو اہل تصوف کہتے ہیں اور طریقت سے انہیں تعلق ہی نہیں بلکہ اس پہ تسلط کا دعویٰ ہے، اس لئے ہم اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پہ چلنے کی سعی کرنے والے افراد اس نوازش پر انہیں دعا کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں،

ع صدا خوش رہو ہم دعا کر چلے

الرضا کا دوسرا شمارہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے یعنی ۸ رصفحات کے اضافے کے ساتھ، پذیرائی کا یہی عالم رہا تو صفحات کے اضافے کے ساتھ دو ماہی سے ماہنامہ تک پہنچنے میں انشاء اللہ ہمیں دیر نہیں لگے گی، مگر سر دست جو کچھ ہے عالم اسلام کے درد مندوں کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ مجھے امید ہے قارئین اس شمارہ کو نقش اول سے بہتر پائیں گے۔ اس شمارہ میں جن شخصیات کی تحریریں شامل ہیں وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے توسط سے ہی ہم فکر رضا اور جماعت اہل سنت کا موقف سامنے لا رہے ہیں خدائے تعالیٰ ان تمام حضرات کو سلامت رکھے۔ کچھ تحریریں دانستہ بچا کر رکھی گئی ہیں کہ ہوا کا رخ دیکھ کر اسے منظر پہ لایا جائے۔

اس شمارہ میں مضامین کا غالب حصہ ڈاکٹر طاہر القادری کے عقائد و نظریات، ضلالت و گمرہی اور ان کے خلاف تیس سال کے مواخذہ و مطالبۂ رجوع کے حقائق پر مشتمل ہے، مقصود زخموں کو کریدنا نہیں بلکہ کفر و ضلالت کی زد میں سسکیاں لینے والے طاہر القادری کے ذریعہ جماعتی اتحاد کو توڑنے کی کوشش پہ بند قائم کرنا ہے، الرضا کا یہ جذبہ محمود کتنا کامیاب ہے اس کا فیصلہ قارئین کریں گے۔

اس شمارہ سے انٹرویو کا بھی سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے، اس سے مذہبی شخصیات کے خاندانی حال و احوال ان کی خدمات، عزائم اور فکری رجحانات سے واقفیت میں مدد ملے گی، معلومات کی یہ نئی طرح یقیناً قارئین کے علمی ذوق کو مہمیز کرے گی۔ آئندہ شمارہ سے تحریری مباحثہ اور انعامی مقابلہ کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ تا کہ نئی نسل میں علمی ادبی اور مذہبی ذوق کو بیدار کیا جا سکے۔

ہم افکار رضا کے امین ان کی تعلیمات کے ناشر اور اس دائرہ میں رہ کر اظہار رائے کے حامی ہیں، اس تناظر میں الرضا کا یہ شمارہ قارئین کو کیسا لگا ضرور بتائیں،

ادارہ

●●●

اداریہ

● محمد امجد رضا امجدؔ

تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک

صلح کلیت اگر بدعقیدگی کا چوردروازہ ہے تو جام نور صلح کلیت کا چوردروازہ

کون سوچ سکتا تھا کہ اسلامی اقدار کے فروغ اور مسلمانوں کے ملی مسائل کے حل کے لئے کانپور میں ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں قائم ہونے والی تنظیم ''انجمن ندوۃ العلما'' غارت گر دین وایمان ہوجائے گی۔ندوۃ العلما کو حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا محمد حسین الہ آبادی، مولانا احمد حسن کانپوری نے مولانا محمد علی مونگیری وغیرہ کے اشتراک سے بڑی امیدوں سے قائم فرمایا تھا، غیر منقسم ہندوستان میں علمائے اہل سنت کا یہ بہت بڑا قدم تھا اس سے اشاعت دین وسنت کے ساتھ مسلمانوں کے تعلیمی، سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل حل ہوسکتے تھے، اسی جذبے اور خیر خواہی اسلام و مسلمین کے لئے اس میں تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بھی شریک ہوئے تھے مگر ایک سال انتظار کے بعد ندوۃ العلما کے پہلے اجلاس کا جو منظر سامنے آیا وہ ''آئی برسات تو برسات نے دل توڑ دیا'' کے مصداق خرمن امید کو جلا دینے والا تھا، ایک ہی اسٹیج پہ علمائے اہل سنت کے ساتھ غیر مقلد وہابی علما اور شیعہ مجتہدین کا اجتماع تھا اور سب کے سب اپنے اپنے عقیدے کے اظہار اور اس اشتراک کی تحسین کے ساتھ شریک تھے، علمائے اہل سنت نے مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے شکایت کی تو انہوں نے مولانا محمد علی کو ذمہ دار ٹھہرایا، مولانا محمد علی سے مواخذہ ہوا تو انہوں نے معذرت کے ساتھ اسے آئندہ اجلاس میں اصلاح کے وعدہ پہ ٹال دیا، مگر شیشیہ میں جو بال آچکا تھا وہ بھلا کب نکلنے والا تھا، اس اجلاس کی رپورٹ شائع ہوئی تو بجائے ''تردیدی بیان'' کے تمام شرکا کے شکریہ کے ساتھ ان کے بیانات بھی شائع کئے گئے۔دوسرا اجلاس ۱۲/ ۱۳/ ۱۴/اپریل ۱۸۹۵ء کو لکھنو میں منعقد ہوا، اس میں بھی بجائے ایفائے عہد کے غیر مقلدین، شیعہ مجتہدین، اور نیچری علما کو شریک اجلاس کیا گیا۔تیسرا اجلاس ۲۶/ ۲۷/ ۲۸/شوال ۱۳۱۳ھ بریلی شریف میں ہوا، اس میں بھی وعدۂ اصلاح کے باوجود مختلف مذاہب کے ذمہ داروں کی شرکت ہوئی اور ان کے بیانات ہوئے۔ادھر سے نہ اصلاح کے اصرار میں کمی ہوئی، نہ ادھر سے صلح کلیت کے اظہار واستحکام میں کوئی دریغ۔ان تمام اجلاس کے ذریعہ ندوہ کا جو نظریہ اور اس کے مفاسد سامنے آئے وہ یہ تھے:

● عقائد اعمال میں ہر شخص اپنی سمجھ کا مکلف ہے (مولوی آروی) ● حضرت مولائے کائنات خلیفہ بلافصل ہیں (روداد اول) ● مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کا (تقریر مولانا مونگیری) ● غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں (روداد سوم) ● شافعی حنفی غیر مقلد بھی تم ہوگئے تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا (روداد اول)

● حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے، ایک شے حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام مکروہ، اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے (روداد دوم)

ان ہی عقائد کے سبب علمائے اہل سنت نے ''اصلاح مفاسد ندوہ'' کی ملک گیر تحریک چھیڑی، رسائل اور کتابچے شائع کئے، مختلف شہروں میں اجلاس کا اہتمام کیا، جس کے نتیجہ میں حقائق واضح ہوتے گئے اور ندوہ میں شریک علما ومشائخ رفتہ رفتہ اس سے علیحدہ ہوتے رہے، اور ہوگئے۔خانقاہ مجیبیہ کے حضرت شاہ بدرالدین پھلواروی نے 'واز یں وقت از ندوہ علمائے کانپور کنارہ کردہ ام' فرماتے ہوئے اس سے علیحدہ اختیار کی، تو خانقاہ معظم بہار شریف کے جنا بحضور شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ نے ''ہم پہلے لاعلمی میں تائیدی جلسہ ندوہ کے صدر ہوئے تھے مگر اس جلسہ میں نورانیت مطلق نہ تھی، اب ہم اس جلسہ ندوہ کی شرکت سے باز آئے اور ''مجلس علمائے اہل سنت بریلی'' کے بہ دل وجان شریک ہوئے'' فرماتے ہوئے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔اس کے بعد ندوہ کا جو حال تھا وہ بقول حضرت محدث سورتی:

> ''اصل حال یہ ہے کہ ناظم صاحب برائے نام ہیں قابو اور ہی لوگوں کا ہے ارکین میں موجود کوئی خوش عقیدہ نہیں جو خوش عقیدہ تھے مانند مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی وغیرہ یہ لوگ ندوہ کی حرکتوں سے متنفر ہوکر اب کی سال علیحدہ ہوگئے ہیں، اب باقی ماندہ ارکین میں سب سے اول درجہ کے دخیل شبلی معتزلی ہیں اور دوسرے درجہ کے مولوی خلیل الرحمٰن سہارن پوری''

علمائے اہل سنت نے ''ندوہ'' کو مفاسد سے بچانے اور راہ راست پر لانے کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی، اس کی پوری تفصیل ''سوالات حق نما بروس ندوۃ العلما، فتوی علمائے اہل سنت، مراسلت سنت وندوہ/مولانا حسن بریلوی، عزوہ لہدم سماک الندوہ/مولانا یقین

الدین، سرگزشت و ماجرائے ندوہ/مولانا عبدالحی، ندوہ کا ٹھیک فوٹو گراف/حکیم مومن سجاد، تسوید الندوہ/قاضی عبدالوحید فردوسی وغیرہ کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ندوہ کے بارے میں جنا بحضور شاہ امین فردوسی نے لکھا تھا ''اس ندوہ میں ایک ایسی قوت مؤثرہ ہے اور ہوگی کہ لوگوں کو گمراہ اور لامذہب کر کے چھوڑے گی'' دنیا اس پیشین گوئی کو آج اپنی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

جام نور کا حال بھی ''ندوہ'' سے مختلف نہیں، وہ بہار کا جھونکا بن کر آیا، بادل بن کر برسا، مگر مقبولیت کے نصف النہار پہ پہنچتے پہنچتے عصبیت، تشکیک، تفسیق اور اپنے ہی لفظوں میں ''عدم برداشت، تشدد اور جدال و پیکار'' کا شکار ہوگیا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ پہلے شمارہ سے ہی علما و مشائخ، مرید و مرشد، استاذ وشاگرد، امام ومقتدی اور عوام وخواص کے حواس پہ چھا جانے والا رسالہ ایک دہائی سفر طے کرتے کرتے ''اے آب خاک شوکہ تر آبرو نہ ماند'' کا مصداق بن جائے گا۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ جام نور نے صحافت کے ذریعہ متنوع جہات پہ اپنی خدمات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، جماعت کی مقتدر شخصیات حضرت سید محمد اشرف میاں، حضرت بحر العلوم، علامہ شبنم کمالی، حضرت سید وجاہت رسول قادری، علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، علامہ محمد احمد مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی، حضرت سید نجیب حیدر قادری، مولانا کوکب نورانی اکاڑوی، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ، مفتی عبدالحلیم رضوی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، ڈاکٹر شرر مصباحی، مولانا سید اجمل اشرفی، ڈاکٹر شکیل اعظمی، مولانا یٰسین اختر مصباحی وغیرہ کی حوصلہ افزا تحریریں اس کی واضح مثالیں ہیں جو جام نور کے شماروں میں موجود ہیں۔

مگر چاند میں دھبہ کی مانند کچھ بات تو ایسی ضرور ہوئی جس سے بعض اہل نظر کے دل میں کھٹک کا احساس ہوا، یہ کھٹک خدشہ وتشویش کی راہوں سے گزرتی ہوئی ''جرأت اظہار'' تک پہنچی، اور ''ازالہ خدشات'' سے مایوسی کے سبب معاملہ ''دارالافتا پہ دستک'' تک جا پہنچا۔ یہ دور جام نور کے ارتقائی سفر کا تھا مگر اس سانحہ نے بقول خوشتر صاحب ''جام نور کو مقبولیت اور شہرت کے آسمان پر پہنچا دیا'' (مارچ ۱۱) حالانکہ جام نور کے لئے یہ وقت ''مقبولیت وشہرت دوام'' کے نعرہ کے بجائے ''احتساب عمل'' کا تھا کہ جب اس کی ''اشاعت کا اولین مقصد اپنے اسلاف کے عقائد ونظریات اور روش پر قائم رہتے ہوئے ملت اسلامیہ کی ذہنی وفکری تشکیل (مارچ ۲۰۱۱) اور مسلکی سطح پر ہر شعبے میں فکری وعملی شعور بیدار کرنا'' (مارچ ۲۰۱۱) ہے تو آخر اپنی ہی جماعت کا ایک طبقہ ان سے نالاں اور شاکی کیوں ہے؟ یقیناً ایک طبقہ کی ناراضگی جام نور کے مقاصد واہداف تک پہنچنے میں رکاوٹ کا باعث ہوسکتی تھی، مگر نتائج سے بے پروا اور عرق ندامت سے محرومی کا داغ لئے یہ رسالہ جاری رہا اور مقبولیت کے ساتھ نامحمودیت بھی اس کا پیچھا کرتی رہی، حتیٰ کہ ۱۰۰ ویں رسالہ تک پہنچتے پہنچتے حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کو بھی یہ لکھنا پڑا ''کچھ لوگ اسے نکلتا ہوا بالکل دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ اس کے بائیکاٹ کا بھی اعلان کر چکے اور کچھ لوگ اس کی حرف بحرف تائید کا دل گردہ رکھنے والے نظر آئے'' اسی میں آپ نے یہ بھی لکھا ''جوش شباب، قلت تجربات یا علمی رسوخ کی کمی کے باعث تعبیرات یا خیالات میں جو نقائص در آتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ جام نور میں بھی مل سکتے ہیں'' پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''میری نصیحت ہے کہ حتی الامکان اپنے کو آلائشوں سے پاک وصاف بنائے'' (مارچ ۱۱) اب اس صراحت کے بعد بھی ''جام نور'' ''اگر'' شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم'' کا نعرہ دل خراش لگا تا ہے تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری کے صدقے انہیں جو موروثی تدبر، امتیاز حسن وقبح اور تمیز خیر وشر کی دولت گراں مایہ عطا ہوئی تھی وہ عصبیت و حسد، کبر ونخوت، پندار علم وانانیت اور طلب جاہ ودنیا کے سبب سلب کر لی گئی۔ ورنہ لٹنے کے بعد تو آدمی کو ''احساس زیاں'' ہونا ہی چاہئے تھا۔

اگست ۲۰۱۵ سے جام نور کے جو شمارے منظر عام پہ آئے ہیں اس کا ''جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ'' والے جام نور سے کوئی علاقہ نہیں، کہنے کو اس میں فکر ونظر، روبرو، پس منظر وپیش منظر، حالات حاضرہ، تذکار، دیوان عام اور جہان ادب سارے جلووں کی یکجائی ہے مگر اس حسن سولہ سنگار کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے والی آنکھیں نہیں ہیں، ایک ایک کر کے سارے وابستگان ''ندوہ کی طرح'' اس سے علیحدہ ہوگئے، نہ شہزادگان مارہرہ کی شرکت باقی رہی، نہ بزرگان بریلی کی شمولیت،، نہ مشائخ کچھوچھہ کا اس سے کوئی علاقہ رہا، نہ علمائے اشرفیہ کا اس سے کوئی تعلق۔ مولانا ملک الظفر صاحب پہلے ہی ''جس کو ہو جان ودل عزیز تیری گلی میں جائے کیوں'' کہہ کر علیحدہ ہوگئے، ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب نے ''یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں'' کا ہنگامہ دیکھ کر دامن کھینچ لیا، برق وشرر کی آزمائش میں جماعت کے دو بڑے (حضرت سید شاہ طلحہ رضوی برق اور ڈاکٹر شرر مصباحی) ''بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے'' کہنے پر مجبور ہوگئے، باقی رہے ہم جیسے ''دیدۂ مشق ستم'' تو ''جو تری بزم سے نکلا وہ پشیماں نکلا'' ہمارے حصہ میں آیا۔ اب جو افراد اس سے وابستہ ہیں (ایک دو کو چھوڑ کر کہ وہ وابستہ کم چمٹائے ہوئے زیادہ ہیں) ان میں غالب اکثریت دو طرح کے افراد کی ہے:

(۱) غیر معروف ومبتدی قلمکار، جو مآل سے بے نیاز، فکر فرداسے آزاد اور عصبیت کے شکار ہیں۔

(۲) کچھ (کالج اور یونیورسیٹی کے) دانشور کہے جانے والے افراد، جن کی شمولیت اکابر علما کی لاتعلقی کا کفارہ نہیں بن سکتی۔

مسئلہ ان کا نہیں جو جان ودل بچا کر کنارہ کش ہوگئے بلکہ ان کی کنارہ کشی کیا پیغام دے رہی ہے اسے سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔

اگست ۲۰۱۵ سے لے کر فروری ۲۰۱۶ تک شائع ہونے والے رسالے کے مشمولات ومندرجات پہ سنجیدگی سے غور کریں تو محسوس ہوگا کہ:

(۱) شروع کے پانچ شماروں (اگست تا دسمبر ۲۰۱۵) میں جماعت اہل سنت کے علما، مفتیان عظام، اور طلبہ مدارس اسلامیہ کو ہدف تنقید وتضحیک بناتے ہوئے ساری حدیں پار کردی گئی ہیں (۲) جنوری ۲۰۱۶ کے شمارہ کو حالی کی ''حیات جاوید'' کی طرح کلی طور پر پاک وہند کے معتوب ومغضوب ڈاکٹر طاہر القادری کی مکمل مدح سرائی کا مجموعہ بنادیا گیا ہے اور (۳) فروری کا شمارہ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا سودا کرنے والی ''ورلڈ صوفی کانفرنس'' کی بازار ساز ہے۔ ان میں سے کوئی رخ ایسا نہیں جس کی علمائے اہل سنت اور قول وعمل میں یکسانیت رکھنے والے مشائخ وصوفیہ تحسین کرسکیں۔ میں یہاں صرف پہلی دو صورتوں کے حوالہ سے چند حقائق عرض کروں تا کہ سادہ لوحی میں جام نور سے چمٹے رہنے والے افراد یا جوش تعصب میں ہنگامہ حشر برپا کرنے والے اشخاص اپنا جائزہ لے سکیں۔

جماعت اہل سنت پر جام نور کی نوازشات: ● اس وقت بریلوی جماعت آزمائش میں مبتلا ہے اور اپنے بدترین دور سے گزر رہی ہے ● اندرون خانہ فقہی فرعی مسائل پر ردوابطال تضلیل وتفسیق کا بازار گرم ہے اور تکفیری مہم اپنے عروج پر ہے ● اپنے مرکز عقیدت کے فرعی فقہی موقف کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو گھر تک پہنچانا غایت دین وایمان ہے ● بریلویت کے مزاج ورویے کے تعلق سے اس عام رائے کی تغلیط کا جواز نہیں بنتا کہ یہ لوگ دیگر مکاتب فکر کی تکفیر وتفسیق کرتے کرتے تھک گئے تو اپنے تکفیری توپ کا دہانہ خانقاہوں کی طرف موڑ دیا، وہاں سے طبیعت بھر گئی تو دوسرے مشرب کے علما کو اسلام سے باہر کا راستہ دکھانے لگے، اس مہم سے طبیعت اچاٹ ہوگئی تو اب اپنے ہی ہم مشرب وہم فکر علما پر جا پڑے۔ ● قدما کے کسی فقہی موقف کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنا اور امت میں فساد پھیلانا اسلام کو منجمد کرنے کی جسارت ہے۔ ● امت کے دیگر طبقات کی اجتماعی تکفیر اور غیر اخلاقی جدال سے بٹا لگتا ہے ● نیتوں پر حملے کر کے اس (گستاخان رسول) کے ''فرد امت'' کی اس حیثیت کو چیلنج کرنا، خدائی حدود میں داخل ہونے کی ناروا جسارت ہے۔ ● ہمارے یہاں اپنے اور بیگانوں کی نیتوں پر شک کر کے دین وایمان پر اوچھے حملے کرنے کا مزاج عام ہے ● اس انتہا پسندانہ اور منافقانہ رویے کو دینی حمیت اور مسلکی تصلب کا نام نہ دیا جائے ● ان کی دل چسپی تو اندرونی اور بیرونی سطح پر مسلک ومشرب کے وہ اکھاڑے ہیں ● مسلمانوں میں داخلی سطح پر اپنے مذہبی اور مشربی معاملات کو لے کر تشدد بڑھتا جارہا ہے اور ایک ہی کلمہ پڑھنے والے، یہاں تک کے ایک ہی مسلک کے ماننے والوں کے درمیان خلیج اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایک لمحہ کے لئے بھی قبول وبرداشت کرنے کو تیار نہیں ● آج کل بعض علما مفتیان کرام پیران عظام اور ان کے جھنڈا برداران نے اپنی ہر پسند وناپسند، فیصلے افکار ونظریات کو تمام امت پر تھوپنے اور جبراً انہیں منوانے کی اپنی طرف سے ''اضافی ذمہ داری'' اپنے سر لے لی ہے۔ ● آج ہر شخص تھانے داری پر مصر ہے ● غلبہ مسلک ومشرب کی آڑ میں نظریاتی تشدد میں مبتلا ہیں۔

دار الافتا کی بے حرمتی: ● اکیسویں صدی میں یہ شعبہ اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے زوال وادبار کے آخری دور سے گزر رہا ہے۔ ● امت کے عام افراد کے ساتھ علما کا اعتماد بھی دار الافتا سے اٹھتا جارہا ہے۔ ● قلم دان افتا ان افراد کے حوالے کردیا گیا ہے جو علم فقہ اور علم کلام کی ابجد سے واقف نہیں، نہ انہیں عربی زبان کی اتنی استطاعت کہ وہ مذکورہ فنون کی کتابوں اور مصطلحات کو سمجھ کر ان سے براہ راست استفادہ کرسکیں۔ ● دراصل یہ ناقلین کی ایک جماعت جو حالات ومسائل کو سمجھے بغیر ہر استفتا کو جواب اردو کے معروف مجموعہ ہائے فتاویٰ سے نقل کر کے شریعت اسلامی اور دار الافتا کی بدنامی کا سبب بن رہی ہے۔ ● دار الافتا کی زمام ان افراد کے ہاتھوں میں آگئی ہے جو زمانے کے احوال وعرف سے پوری طرح بے خبر۔ ان کی یہ بے خبری اور اس پر شور شرابا امت میں انتشار اور بے اعتمادی کا موجب بن گیا ہے۔ ● ذاتی عداوت ومخاصمت کی تسکین اور مفادات کے تحفظ کے لئے آج دار الافتا کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ ● ہندوستان کے مشاہیر علما خطبا اور مشائخ میں شاید ہی ایسا کوئی خوش نصیب ہو جسے دار الافتا کی جانب سے تضلیل، تفسیق یا بائیکاٹ کی سوغات نہ ملی ہو۔ ● مکائد نفس کی بیماری میں مبتلا افراد ● ایسے کسی بھی مسئلہ کے پردہ زنگاری میں کون معشوق سال خوردہ بیٹھا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے دنیا جانتی ہے۔ ● یہ نفس پرستی اور انتہا پسندی کی بدترین مثال ہے ● من مانے فتویٰ پر جبری تصدیق کرانے والے ● تائیدی دستخط نہیں کرنے پر مظالم کے پہاڑ توڑتے ہیں ● جو لوگ تصویر کی مشروعیت کے قائل ہیں ان کے خلاف ● دراصل آج ہر فقہی فرعی مسئلہ میں کچھ لوگ افرادی قوت کے بل پر پوری دنیا کو اپنے موقف ونظریہ کا پابند بنانے پر تلے ہوئے ہیں ● اس طالبانی مہم کے لئے دار الافتا کا بے محابا استحصال واستعمال کیا جارہا ہے ● اب دار الافتا کا استعمال مخالفین کو زیر اور پریشان کرنے کے لئے بھی کیا جارہا ہے ● عام طور پر دار الافتا میں ایسی بصیرت کی توقع نہیں ہوتی۔

علمائے اہل سنت کا استہزا ● امت کا ایک گروہ اگر ظاہری الفاظ سے چمٹا ہوا ہے کہ جب تک بخاری ومسلم کے ظاہری الفاظ میں کسی شے کا بیان نہیں مل جاتا، وہ اسے دین کا حصہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔ لیکن اس شکایت کے ساتھ اسے اپنے مذہبی رویے پر بھی غور کرنا چاہئے کہ وہ بھی تو آج ہر دینی مسئلہ کو فقہی جزئیات سے ہی حل کرنے پر مصر ہے۔ ● آج احکام کی اس درجہ بندی کو نظر انداز کر کے بہت سے مستحب اور مباح مسائل کو فرض وواجب کا درجہ دے دیا گیا ہے ● جس کی حیثیت کراہت تنزیہی کی تھی اسے حرام کا درجہ دے کر مسلک کے نام پر جنگ وجدال کا ماحول برپا کردیا گیا ہے ● مخلص

علما کو سب سے پہلے اپنی جماعت کے سوسالہ علمی فکری اور سماجی رویے پر ازسرنو تنقیدی نگاہ ڈالنا ہوگا ● ان طالبانی فکرونظر کے حامل علما اور عام مسلمانوں کا یہ رویہ اسلام کی توسیع میں بہت بڑی رکاوٹ بن گیا ہے۔

طلبہ مدارس اور نو فارغ علماء کا تمسخر: ● اپنی عقل وصلاحیت پر اعتماد نہیں رہا ● اپنی فہم وصلاحیت کو گروی رکھ دی ● مدارس اسلامیہ میں دس سال کیوں اکارت کئے ● سروں پہ دستار فضیلت بندھوا کر نکلنے والے علما نے بھی یہی سمجھ رکھا ہے، کہ دین میں غور وفکر اور فہم شریعت کے جملہ حقوق بحق اکابر وقد ما محفوظ تھے ● عطائے الٰہی سے ہمیں جو ایک عدد دماغ اور سر ملا ہے اس کا کام محض طربوش برداری ہے۔

اب یہاں پہنچ کر مجھے احترام کے ساتھ خوشتر صاحب سے پوچھنے کا حق تو ہے ہی کہ ''طالبانی فکر، پاپائیت، عدم برداشت، تشدد، عدم رواداری، جیسی خوبصورت ترکیبوں کا صحیح انطباق آپ کا اداریہ ہے یا علمائے اہل سنت کی تحریریں؟ اور کیا آپ نے جام نور کے ذریعہ جس جماعتی خدمت کی داغ بیل ڈالی تھی، وہ یہی تھی؟ مجھے یاد پڑتا ہے سید سراواں کے ابومیاں صاحب نے مارچ ۲۰۱۱ میں آپ کو لکھا تھا:

''مولانا خوشتر نورانی کو اچھے احباب ملے، بہت سے رسم پرست علم وتحقیق اور فکرونظر کے مخالف افراد چین بہ جبیں ہوئے اور ایسا ہونا فطری تھا بلکہ اس کے بعد مخالفت پر کمر بستہ ہوئے، اب جام نور کے تعلق سے ایک عمومی مثبت ذہن تیار ہو چکا ہے اور اس کی ہر بات کو اب بہت ہی توجہ سے پڑھا جانے لگا ہے، اب یہ وقت ہے کہ جام نور اسلام کے اصل مشن میں لگ جائے''

کیا علمائے اہل سنت یہ سمجھنے میں حق بجانب نہیں کہ ۲۰۱۵ تک پہنچتے پہنچتے آپ ''اصل مشن میں لگ گئے'' ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے حوالہ سے آپ کے یہاں جو توسع ہے وہ جماعت سے انحراف اور علمائے اہل سنت کو منھ چڑانے کے مترادف ہے۔ پاکستان سے لے کر ہندوستان تک کے علما ومفتیان عظام نے ان کی گمرہی اور اعتقادی بے سمتی پر جو فتاوی صادر کئے ہیں اس کے خلاف آپ کا محاذ آرا ہونا آخر کس جذبہ کا غماز ہے؟ پڑوسی ملک جانے دیجئے اپنے ملک ہندوستان میں حضور تاج الشریعہ، علامہ مدنی میاں، علامہ محمد احمد مصباحی، مفتی نظام الدین رضوی صاحبان کے احکام وفتاوی بھی آپ کے یہاں نا قابل اعتنا ٹھہرے؟ کیا یہ لوگ بھی آپ کے بقول ''قلم دان افتا ان افراد کے حوالے کر دیا گیا ہے جو علم فقہ اور علم کلام کی ابجد سے واقف نہیں، نہ انہیں عربی زبان کی اتنی استطاعت کہ وہ مذکورہ فنون کی کتابوں اور مصطلحات کو سمجھ کر ان سے براہ راست استفادہ کر سکیں'' کے مصداق ہیں؟ چلئے اس جرأت بے جا سے آگے بڑھ کر کم از کم اپنے فیصلہ پر تو آپ کو اٹل رہنا چاہئے، آپ نے مارچ ۲۰۱۱ کے اداریہ میں لکھا ہے:

''اسلام کی قبولیت کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مسلمان کا کوئی مسلک نہ ہو، اس طبقہ سے اگر پوچھا جائے کہ وہ خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو وہ اہل سنت وجماعت سے ہے، اور اگر نفی میں ہے تو شیعہ ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ وہ تقلید شخصی کا قائل ہے یا نہیں، اگر ہاں کہتا ہے تو مقلد ہے ورنہ غیر مقلد (اہل حدیث) اسی طرح رسول ﷺ کے عطائی علم غیب، اور اولیائے کاملین کے باذن اللہ تصرفات کے تعلق سے سوال کیا جائے، جواب ہاں ہے تو سنی ہے ورنہ دیوبندی۔ اگر وہ سوالات کے دونوں پہلوؤں (اثبات ونفی) کو صحیح ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ایسی صورت میں اس کا مسلک صلح کل ہے'' (مارچ م ۱۱ ص ۴)

آپ نے مسلک کے ضمن میں اہل سنت وجماعت، شیعہ، مقلد غیر مقلد، اور سنی دیوبندی سب کو رکھا ہے ظاہر ہے یہ سب فرقے ہی ہیں اور یہ فیصلہ سنایا ہے کہ جو ''دونوں پہلوؤں (اثبات ونفی) کو صحیح ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ایسی صورت میں اس کا مسلک صلح کل ہے'' اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ طاہر القادری صاحب کے یہی نظریات ہیں، وہ عقائد کے اختلافات کو فروعی بتاتے ہیں، فرقہ بندی پہ لعنت بھیجتے ہیں، اس کے علاوہ یہود ونصاریٰ کو صاحب ایمان، ہر بچہ کو خمینی بننے کی صلاح، دیت کے مسئلہ میں اجماع کا انکار، دیوبندیوں کے پیچھے جوازِ نماز کے قائل وعامل، تکفیر دیابنہ کے منکر اور خوابوں کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہیں، جس پر تقریبا تین دہائی کا ہنگامہ رد وطرد شاہد ہے، اس مشتہر حقیقت کے بعد بھی آپ کا ان کی حمایت پہ کمر بستہ رہنا صلح کلیت پر رضا نہیں تو اور کیا ہے۔ ان باتوں میں اشتراک کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ (خیال رہے کہ آپ نے ''مسلک اعلیٰ حضرت کو مسلک اہل سنت ہی کی دوسری تعبیر'' بتایا ہے، دسمبر ۲۰۰۷ ہے)'' کے عقائد ونظریات کو ماننے کے دعویٰ میں آپ دونوں مشترک ہیں، اب یہ کیسا ماننا ہے یہ آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔ اسی اداریہ ''اعتراف حقیقت'' میں آپ نے لکھا ''ہم نے کبھی مسلمات یا معمولات اہل سنت پر حرف گیری نہیں کی'' چلئے کل اگر آپ نے حرف نہیں کی تھی مگر اب کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر طاہر القادری کے علاوہ ابن تیمیہ کے حوالہ سے بھی جام نور کی نرم روی اس کے صلح کلیت کا غماز ہے، آپ نے جام نور کے وقیع اور علمی ''اجتہاد وتقلید نمبر'' کے اداریہ میں ''شیخ نجد کی متشددانہ تحریک ابن تیمیہ کے فکری منہج پر شروع ہوئی'' لکھ کر ابن تیمیہ اور شیخ نجد دونوں کے حوالہ سے آپ نے اپنا موقف واضح کر دیا، ڈاکٹر نوشاد چشتی صاحب نے بھی جولائی ۲۰۰۳ کے شمارہ حضرت مولانا زید فاروقی کے حوالہ سے ابن تیمیہ کے بارے میں واضح طور پر لکھا:

''ابن تیمیہ نے دنیا سے رحلت فرماتے ہوئے ائمہ کرام اور اولیائے عظام کو دل کھول کر گالیاں دیں۔ کسی کو ''شیطان امت'' کسی کو ''اخبث القوم'' سے یاد کیا۔ ابن تیمیہ نے شیخ اکبر کو شیطان امت، امام رازی کو گمراہ اور گمراہ گر اسی طرح امام غزالی، شیخ صدرالدین قونوی وغیرہ اکابر امت کو دشنام طرازیوں سے نوازا تھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے یہ عبارت بھی اسی مضمون میں ہے ''ابن تیمیہ کو گھمنڈ ہو گیا تھا علما پر رد کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی رد کیا ہے، امام غزالی کو گالی دی، مباحثہ میں کج بحثی کیا کرتے تھے، امامت کبریٰ حاصل کرنے کے خواہش مند تھے'' (جولائی ۲۰۰۳)

مگر آج یہی جام نور بالواسطہ و بلاواسطہ ابن تیمیہ کو ے شیخ، محسن، مصلح، متورع، مجتہد، متقی، صوفی، صاحب روحانیت، متبع سنت اور کیا کیا بنانے پر آمادہ ہے، آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ساری باتیں جام نور میں نہیں، جام نور کی ''مفتخر و مقتدر'' ٹیم کے تو ہیں، جسے آپ جام نور کی دس سالہ خدمات کا حاصل سمجھتے ہیں۔ بیچارے اسٹیج کے ''گویا'' اور ''مداری'' پر تو آپ کا تیشہ اصلاح خوب چلا، مگر جس فکر و نظر کے اظہار سے عقیدے میں فتور اور صلح کلیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے وہاں خموشی ہی نہیں جرأت مندانہ حمایت ''ہیں کو اب کچھ نظر آتے ہیں کچھ'' نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر اس دورنگی پالیسی کو کون سا نام دیا جائے؟ مجھے یہاں محترم احمد جاوید صاحب کے مضمون (جام نور جنوری ۲۰۱۶) کا یہ اقتباس نقل کرنے کو جی چاہ رہا ہے شاید بہت برمحل ہو:

''آج دنیا بھر میں اسلام کے مبلغوں ۔۔۔ کی شکل میں کتنے ضحاک ہیں جن کے سانپ کی خوراک کچے ذہن کے نوجوانوں کا مغز ہے، بہت سے حسن بن صباح سرگرم ہیں جو نوجوانوں سے سوچنے کی صلاحتیں چھین رہے ہیں، انہیں اپنا ذہنی غلام بنا رہے ہیں اس کی جنت انہیں زندگی جیسی خدا کی عظیم نعمت و امانت کے بارے میں سوچنے نہیں دیتی یا پھر انتقام در انتقام کا وہ چکر ہے جس کو پیغمبر اسلام نے جاں سوز جد و جہد سے توڑا تھا لیکن اسلام دشمن طاقتوں نے اسے پھر زندہ کر دیا''

ندوہ کے بارے میں جنا بحضور علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا ''اس ندوہ میں ایک ایسی قوت مؤثرہ ہے اور ہوگی کہ لوگوں کو گمراہ اور لامذہب کر کے چھوڑے گی'' جام نور میں بھی وہ کشش ہے جو اوروں کو گمراہ کر کے چھوڑے گی بلکہ کر رہی ہے، آج جو لوگ جام نور کے مشمولات پہ آپ کو داد دے رہے ہیں یہ ''حب علی کے بجائے بغض معاویہ'' میں ہے، اپنے منفی جذبہ کی تسکین کے لئے یہ آپ کی ''غلط روش'' کی بھی اس لئے تحسین کر رہے ہیں کہ نوک قلم سے زخموں کی جو فصلیں آپ اگا سکتے ہیں اس سے یہ محروم ہیں ورنہ انہیں آپ کے کندھے کی ضرورت نہ تھی۔

اگر سنجیدگی سے ندوہ اور جام نور کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی:

۱) ندوہ کے بانی بھی سنی، جام نور کے بانی بھی سنی

۲) ندوہ سے بھی صلح کلیت کے سبب علمائے اہل سنت علیحدہ ہوئے، جام نور کی بھی صلح کلیت کے سبب علمائے اہل سنت الگ ہوئے

۳) ندوہ کو بھی راہ رست پر لانے کے لئے علما نے کوششیں کیں، جام نور کو بھی راہ راست پہ لانے کی کوششیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں

۴) ندوہ میں بھی ظاہری کشش تھی جس سے لوگ گمراہ ہوئے، جام نور میں بھی ظاہری کشش ہے جس سے لوگ گمراہ و بدظن ہو رہے ہیں

ملتہائے گزارش: ان چند جملوں کو کسی اور جذبہ پہ محمول کرنے کے بجائے میرے شکستہ دل کی آواز سمجھیں، خدا نے آپ کو جو صلاحتیں دی ہیں ان سے مجھے کیا جماعت کے اکابر کو بھی بڑی توقعات وابستہ ہیں، خدا کے واسطے لوٹ آیئے اپنے ماضی کی طرف، جہاں علامہ کی بے تاب روح آپ کا انتظار کر رہی ہے، ان کا مشن آپ کو آواز دے رہا ہے، ان کے جذبہ کی تڑپ آپ کو بڑی حسرت سے پکار رہی ہے، مجھے یقین ہے آپ ضرور لوٹیں گے کہ آپ کی رگوں میں بھی ''علامہ کا غیرت عشق رضا میں سرشار خون'' دوڑ رہا ہے، ہاں اسی علامہ کا خون جو اپنی تقریر و تحریر میں ''اس دور میں جو اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہے وہی سنی ہے'' کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے لکھا ہے ''اخلاص، جذبہ لگن اور باصلاحیت افراد کی قوت کی ہمارے پاس کمی نہیں ممکنہ وسائل میسر ہوں تو پچھلی کئی دہائیوں کے پچھڑے پن اور کمیوں کا تدارک ہو سکتا ہے'' آپ دادا محترم کی مخلصانہ روش پر تو آیئے پھر دیکھئے کیسے کیسے وسائل کے ہاتھ بڑھتے ہیں آپ کو تھامنے کے لئے۔

اظہار خیالات
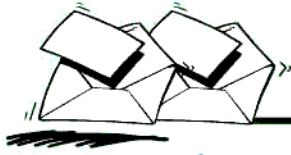
''حلقۂ خوشتر'' میں طاہر القادری کی پذیرائی حیرت انگیز

● حضرت علامہ سید وجاہت رسول
قادری نوری رضوی، پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الکریم

محبّی وعزیزی ڈاکٹر امجد رضا صاحب زید علمہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (البقرہ، آیت ۵)

اُمید ہے بفضلہٖ تعالیٰ مزاج بخیر ہوں گے۔ دو ماہی ''الرّضا'' پٹنہ میں شائع شدہ آپ کا تحریر کردہ اداریہ ''جماعتی انتشار کا ذمہ دار کون؟'' نظر نواز ہوا یہ بات قابلِ اطمینان ہے کہ آپ نے نہایت شستہ اور شائستہ انداز میں جماعتی انتشار کے اسباب وعلل اور جدید دور میں اس کی ذمہ داریوں کا تعین کیا ہے جبکہ دیکھا گیا ہے کہ آپ کے مقابل صفِ مخالف کا اندازِ تخاطب جارحانہ، بلکہ بعض اوقات تضحیک آمیز ہوتا ہے یہی وجہ کہ فقیر ہیچ مدان نے تقریباً ۷ / ۶ برسوں سے جامِ نور کا مطالعہ ترک کر رکھا ہے۔

جب حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو دنیا کے اہلِ سنّت کو ایک عظیم دھچکا لگا۔ اتفاق سے اسی سال احقر حضرت رئیس القلم علیہ الرحمۃ سے دلّی میں جامعۂ نظام الدین اولیاء میں ملاقات کر کے کراچی واپس ہوا تھا۔ نہایت کمزوری اور بیماری کے باوجود وہ راقم سے بڑی دیر تک محوِ گفتگو رہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی) کی فکر وتعلیماتِ اعلیٰ حضرت، اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں مساعیِ جلیلہ کو سراہتے رہے۔ اس کے علاوہ اہلِ سنّت والجماعت میں اجتماعی سوچ اور جماعتی نظم وضبط کا اہتمام بھی موضوع گفتگو رہا۔ تعلیمی فروغ، مدارس و دارالعلوم کی تنظیم نو اور اس کے نصاب کی جدید خطوط پر تدوین، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کا ملکی اور عالمی سطح پر ابلاغ کی اہمیت پر قائد اہلِ سنّت نے مختصراً روشنی ڈالی۔

ان کی وفات سے بلاشبہ اہلِ سنّت والامکعت کو من حیث الجماعت ایک عظیم صدمہ پہنچا۔ عالمی سطح کا ایسا قائد، ایسا منصوبہ ساز ذہن رکھنے والا شخص جو ماضی، حال اور مستقبل پر یکساں نظر رکھتا تھا، اب اس کا نعم البدل دور دور تک نظر نہیں آتا۔ یہ خبر بھی ہم سب کے لیے خوش آئند تھی کہ ایک ایسے عالمِ جلیل کی لوریاں سننے والا اور ان کے گودوں پلا ہونہار پوتا، کہ جس نے اپنی ساری زندگی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ اور اس کے دفاع میں بسر کی، اب ان کا علمی وارث مقرر ہوا ہے۔ اپنے اس ہونہار پوتے، خوشتر نورانی سلمہ الباری کو علامہ نے خصوصی توجہ کے ساتھ ہندوستان، عراق اور لیبیا کی جامعات سے تعلیم دلوائی۔ اب امید ہو چلی تھی گونا گوں صلاحیتوں سے مزین یہ نسبی جانشیں قائد اہلِ سنّت کے مشن کا علمبردار بن کر جماعت کی تقویت اور اتحاد کا باعث بنے گا۔ لیکن ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!'' فقیر اب بھی ان سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ ذہین وذکی خوشتر نورانی میاں نادانستہ طور پر حاسدین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نرغے میں آگئے ہیں۔ بظاہر اس کے پیچھے اعدائے دین کی ایک گہری سازش بھی دکھائی دیتی ہے جس کی نشاندہی امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز اپنی حیاتِ ظاہری میں کر چکے تھے۔

اک طرف اعداءِ دیں اک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا، تم پہ کروروں درود

آپ نے عمیق مطالعہ کے بعد نہایت خوبصورت انداز میں گذشتہ دس برسوں میں خوشتر میاں کے مزاج اور لب ولہجہ میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور حضرت قائد اہلِ سنّت، رئیس القلم علامہ ارشد القادری کے جاری کردہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان ''جامِ نور'' نے از سرِ نو اجراء کے چند ہی برسوں بعد اپنے مؤسس اعلیٰ کی متعین کردہ راہ سے گریز کرتے ہوئے جو راہ بدلی اور آہستہ آہستہ صلح کلیت کی پگڈنڈی کی طرف اپنا رہوارِ قلم موڑا، اس کے عوامل اور واقعات کا بے لاگ مگر تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہ بحیثیت جماعت ہمارے لیے بھی چشم کشا ہے اور محترمی خوشتر نورانی صاحب کے لیے بھی دعوتِ غور وفکر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر خوشتر میاں ''نظرِ غضب'' سے نہیں بلکہ ٹھنڈے دل کے ساتھ آپ کے اس اداریے کا مطالعہ کریں، ایک ''دشمن'' نہیں بلکہ ایک مخلص دوست و برادر سمجھ کر آپ کی تحریر کو پڑھیں تو آپسی اختلافات میں تعاون اور مفاہمت کی کوئی نہ کوئی راہ اِنشاء اللہ العزیز نکل آئے گی۔

جہاں تک امام احمد رضا قادری حنفی کی نابغۂ عصر شخصیت اور ان کے عقیدہ ومسلک کا تعلق ہے، تو ان کے وصال (۱۳۴۰ھ) کو سو سال ہونے کو آرہے ہیں ابھی تک عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو اس نابغۂ عصر کا نعم البدل ہو سکے کہ جس کے نام سے معنون ہونا ہی اہلِ سنّت کی

پہچان بن جائے۔ اس عاشقِ رسول ﷺ کے نغمہائے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ صبحِ قیامت تک شرق وغرب میں محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو بکھیرتے رہیں گے۔ ان کے بلند علمی قدوقامت کے چرچے آج عرب وعجم کی جامعات میں ہورہے ہیں۔ اوران شاء اللہ تا قیامِ قیامت ہوتے رہیں گے۔ ''حسام الحرمین'' اٹھا کر دیکھئے ''الدولۃ المکیہ'' کا مطالعہ کیجئے اس دور کے عرب وہند اُعاظم مفتیانِ کرام، نامور علمائے عظام نے تسلیم کیا ہے کہ امام احمد رضا خاں حنفی قادری اس دور کے مجدد ہیں، ان سے محبت اور خوش عقیدگی اہلِ سنّت ہونے کی پہچان ہے۔ ان کی ذات اہلِ سنّت کی شناخت اوران کا مسلک، یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی مسلکِ اہلِ سنّت ہے۔

اب اگران اکابرینِ امّت کے برخلاف کوئی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا منکر ہوتا ہے تو یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، وہ نہ سنیوں میں شمار ہوگا نہ شیعوں میں، وہ کہیں کا نہیں رہے گا۔ وہ اپنے اس ''لبرل ازم'' کے باوجود نہ دیوبندیوں کے لیے قابلِ قبول ہوگا نہ سلفیوں اور خارجیوں کے لیے، لطف کی بات یہ ہے کہ اپنے عقائد، معاملات اور معمولات کی بناء پر وہ بریلوی ہی کہلائے گا۔

اس ''حلقۂ خوشتر'' میں طاہر القادری کی پذیرائی حیرت انگیز امر ہے۔ راقم کے خیال میں برصغیر بلکہ بیرونِ ملک بھی اہلِ سنّت کا بچہ بچہ اب طاہر القادری کے عقائد ومسلک سے واقف ہو چکا ہے پاک وہند کے جیّد علماء نے اس کو گمراہ اور اہلِ سنّت سے خارج قرار دیا ہے۔ اس کے عقائد اور گستاخانہ مبشرات کے رد میں متعدد کتابیں پاک وہند میں لکھی جا چکی ہیں، یہود ونصاریٰ سے ان کے دوستی اور تعلقات ڈھکے چھپے نہیں، ان کی ویڈیوز اور آڈیوز موجود ہیں۔ کچھ کلپس فیس بک اور یوٹیوب پر اب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ تفصیل کا وقت نہیں ورنہ فقیر کافی ووافی مواد پیش کرسکتا ہے۔ احقر کو یقین ہے کہ یہ سب مواد وماخذ ذرا سی توجہ سے خوشتر میاں کو مہیا ہوسکتا تھا۔ راقم کو اس اعتراف میں بھی کوئی جھجک نہیں کہ بآں خرابی بسیار، اب بھی ان کے دل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی محبت موجود ہے، ان کے نہاں خانۂ قلب و روح میں اب بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت سے وابستگی چھپی ہوئی ہے۔ ان کی بعض تحریروں سے بھی یہ روشنی مترشح ہے جن میں چند کا آپ نے اپنے اداریئے میں ذکر بھی کیا ہے۔

محبّی خوشتر نورانی میاں سے راقم یہ عرض کرتا ہے کہ آپ ذرا ٹھنڈے دل سے اپنے موقف کا جائزہ لیں اور محبی وعزیزی مولانا ڈاکٹر امجد رضا زید مجدہٗ نے ''الرضا'' کے اداریہ میں جو باتیں کہیں ہیں، جماعتی انتشار وافتراق کے اسباب وعلل اوراس کے ذمہ داروں کی جونشاندہی کی ہے، ان کو تحمل مزاجی سے آپ خود پڑھیں اور غور وخوض فرمائیں۔ آپ سوچیں مسلکِ اہلِ سنّت کے دعویدار آج دیوبندی، اہلِ حدیث، حتیٰ کہ نجدی بھی ہیں ابھی حال میں نجدی سعودی مفتی کا ایک فتویٰ نظر سے گذرا جس نے سعودیوں کے پروردہ طالبان، داعش اور دیگر دہشت گرد تنظیموں کو خارجی قرار دیا ہے حالانکہ دنیا بھر کا میڈیا انہیں ''سنّی'' کہہ رہا ہے۔ یہ وہی جن ہے جسے سعودی نجدی حکومت نے ''ریال کی بوتل'' میں بند کیا تھا اور اب چونکہ یہ بوتل سے باہر آکر اب خود سعودی خاندان کی غاصب حکومت اوران کی شہنشاہیت کے لیے خطرہ بن گیا تو اب یہ خارجی ہوگئے اور وہ نجدی خود کو اہلِ سنت کہنے لگے۔ اب آپ خود بتائیں کہ اصل اہلِ سنّت کی شناخت کی کیا صورت ہوگی؟

سوائے اعلیٰ حضرت کے کوئی آپ کی دستگیری کرنے والا نہ ہوگا؟

محبّی ڈاکٹر امجد رضا صاحب اسی سلسلہ میں آپ کو گولڑہ شریف (پاکستان) کا ایک واقعہ سناتا ہوں، جو آپ کے قارئین کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔ پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق (۱۹۷۷ء۔ ۱۹۸۸ء) کے شروع کے دور میں تمام مسالک کی مساجد، مدارس اور خانقاہوں کی رجسٹریشن کے لیے وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے ایک پروفارما جاری ہوا۔ وہ پروفارما گولڑہ شریف مذہبی امور کا ایک کارندہ لے کر آیا۔ اس زمانے میں حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے غلام محی الدین (بابو جی) علیہ الرحمۃ سجّادہ نشیں تھے۔ انہوں نے وہ پروفارما اپنی مسجد کے امام کو دیدیا اور فرمایا کہ مذہبی امور کے کارندہ کے ساتھ مل کر اس کو پر کرلیں جو مسلک کا خانہ تھا وہ خالی تھا کارندہ نے مولوی صاحب سے پوچھا یہاں کیا لکھوں۔ مولوی صلح کلّی تھا وہ جلدی سے بولا گولڑوی لکھدو، یہ سن کر حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ نے اس کو ڈانٹ کر کہا ''گولڑوی کون سا مسلک ہے؟ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے مسلک کے حوالے سے بریلوی لکھ''۔ چنانچہ اس کارندہ نے مسلک بریلوی لکھدیا۔ یہ بات اہلِ سنّت (پاکستان) کے نامور مصنف اور صحافی، سہ ماہی انوارِ رضا کے مدیرِ اعلیٰ اور ماہنامہ سوئے حجاز (لاہور) کے نائب مدیر محترم ملک محبوب الرسول صاحب اختر القادری نے چشم دید گواہ کے حوالے سے بتائی۔ آج بھی گولڑہ شریف کی خانقاہ کی مسجد ومدرسہ بریلوی مسلک کے نام سے ہی رجسٹرڈ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت بریلوی، ہماری مساجد مدارس اور خانقاہوں کی شناخت اور محافظ ہے۔ اگر آج ہم اپنی گردنوں سے مسلکِ اعلیٰ حضرت بریلوی کا پٹہ اتاردیں تو دیوبندی، وہابی، اہلحدیث خونخوار بھیڑیوں کی طرح ہماری مساجد اور ہمارے تعلیمی اداروں پر حملہ آور ہوکر قابض ہوجائیں گے اور ہماری خانقاہوں اور آستانوں کو ویران کردیں گے۔

آخر میں آپ کی وساطت سے محبّی خوشتر نورانی صاحب سے یہی عرض کرونگا۔

حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست
من ترکِ خاک بوسیِ ایں درنمی کنم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن مجید فرقان حمید:
أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (البقرہ، آیت ۵)
(ترجمہ کنزالایمان: وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی مراد کو پہنچے)
وَمَا عَلَيْنَا الا البلاغ وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه وبارك وسلم

الرضا ایک نئی تاریخ رقم کرے گا

● حضرت میر سید محمد حسین احمد واحدی بلگرامی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ واحدیہ چشتیہ، بلگرام شریف، ہردوئی (یوپی)

الحمدللہ! میں نے رسالہ کو پڑھا صوری و معنوی اعتبار سے عمدہ پایا۔ آج ہمیں صحافت کے میدان میں بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے غیروں نے صحافت کا استعمال کرکے اہل سنت و جماعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ مشائخ کرام خصوصاً حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں اپنے نوجوان ٹیم کے ساتھ خدمت مذہب و مسلک میں ایک نئی تاریخ رقم کرے گا اور مخالفین مذہب و مسلک کی سرکوبی کے لیے ایک اچھا پلیٹ فارم ثابت ہوگا۔

رسالہ کے ذمہ داران سے ایک مخلصانہ عرض یہ ہے کہ ہمارے اس رسالہ کو صرف دفاعی حیثیت سے ہی نہ استعمال کیا جائے بلکہ مخالفین و معاندین مذہب و مسلک پر پے درپے خوب حملے کیے جائیں تاکہ وہ دفاعی پوزیشن میں آنے پر مجبور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو رضائے مولیٰ عزّوجلّ اور رضائے رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سبب بنائے، اس کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت (مسلک اہل سنت) کی خوب خوب خدمت لے اور اس کے ذمہ داران کو روز افزوں دینی جذبات کے ساتھ ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم

منظوم تاثر
''رسالہ الرضا''

● سید اولادرسول قدسی مصباحی
نیویارک، امریکہ

سب رسالوں میں نمایاں ہے رسالہ الرضا
سنیوں کے دل کا ارماں ہے رسالہ الرضا

باغیان مسلک احمد رضا کے واسطے
عہد نو میں سیف براں ہے رسالہ الرضا

ہے مشام جاں معطر اس کے ہر مضمون سے
علم و حکمت کا گلستاں ہے رسالہ الرضا

جہل کی تاریکیوں کے اڑ گئے ہوش و حواس
دین کی شمع فروزاں ہے رسالہ الرضا

صفحہ صفحہ اس کا ہے فکر رضا سے جلوہ ریز
اس زمیں پر چرخ تاباں ہے رسالہ الرضا

اس کو پڑھیے غور سے پھیلایئے چاروں طرف
منبع حق نور عرفاں ہے رسالہ الرضا

ڈاکٹر امجد رضاؔ اس کے مدیر بے مثال
گنبد معیار کی شاں ہے رسالہ الرضا

دست و بازو اس کے صدیقیؔ ہیں اور قمر الزماںؔ
قالب تصنیف کی جاں ہے رسالہ الرضا

اس کے ہیں روح رواں علامہ نجم القادریؔ
درد دین حق کا درماں ہے رسالہ الرضا

اس کے ہیں شانہ بشانہ صابریؔ، ہیثمؔ، جمالؔ
بے بدل لمعان ایماں ہے رسالہ الرضا

ہے دعا قدسیؔ کی گھر گھر یہ رسالہ عام ہو
سنیت کی عظمت شاں ہے رسالہ الرضا

''الرضا'' کی اشاعت یقیناً لائق تحسین اور قابل تقلید ہے

● حضرت مولانا حاجی محمد نسیم الدین رضوی
خادم جامعہ قادریہ مقصوپور اورائی مظفر، ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ

دو ماہی الرضا دستیاب ہوا۔ سارے مضامین تو نہ پڑھ سکا۔ بعض مضامین پڑھنے کا موقع ملا، مسرت ہوئی کہ ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد زیدہ مجدہٗ کی ادارت میں اہلسنت کا یہ نمائندہ رسالہ نکل رہا ہے۔ وہ خود ذہین محنتی ہیں اور رضویات پر زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کے اور مولانا احمد رضا صابری صاحب کے ذریعہ پیغام اعلیٰ حضرت گھر گھر پہنچے گا۔ ملت کی تعمیر و ترقی کے لیے ہر زمانے میں رسائل و جرائد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس تناظر میں رسالہ الرضا کی اشاعت یقیناً لائق تحسین اور قابل تقلید ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے اس رسالہ کو استحکام توانائی کے ساتھ ساتھ قارئین کا حلقہ وسیع فرمائے۔ اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین!

''الرضا'' مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کا بیش بہا سرمایہ

● مولانا محمد ہاشم نعیمی
خادم جامعہ نعیمیہ، مرادآباد (یوپی)

الحمدللہ! رسالۂ مبارکہ ''الرضا'' باصرہ نواز ہوا۔ چیدہ چیدہ مقامات

سے انتہائی مفید اور ضروری مضامین کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ جریدہ وقت کی اہم ترین ضرورت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کا بیش بہا عظیم سرمایہ ہے۔

ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے
ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

میری دُعا ہے کہ رب کریم رسالہ کے ایڈیٹر عالیجناب ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب اور جملہ معاونین کو اجر عظیم سے نوازے اور رسالہ کو روز افزوں ترقیوں سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

□□□

''الرضا'' پیغام رضا کو گھر گھر پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے

● مفتی محمد سلمان نعیمی برکاتی

خادم الافتاء والتدریس، جامعہ نعیمیہ مرادآباد

الحمدللہ علیٰ منہ اکرمہ

مشہور عالم دین حضرت علامہ مفتی ذوالفقار صاحب نعیمی مدظلہ العالی سے ملاقات کا شرف ہوا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک ترجمان رسالہ مبارکہ ''الرضا'' جو سرزمین پٹنہ سے شائع ہوتا ہے، پیش کیا۔ میں نے مختلف مضامین کو پڑھا اور نظر عمیق سے مطالعہ کیا بعد مطالعہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس دورِ الحاد وفتن میں ایسے رسائل کی اشد ضرورت ہے کہ ملت کے غیور افراد تک مسلک اعلیٰ حضرت اور پیغام رضا کو پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے اور بد دینوں سے بچانے کا بہترین طریقہ ہے۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اس رسالہ کے ایڈیٹر صاحب فکر ونظر مفکر ملت حضرت مفتی امجد رضا امجد قبلہ اور ان کے معاونین وانصار کو کہ جن کی محنت شاقہ و جدوجہد سے یہ رسالہ معرض وجود میں آیا۔ تمام مضامین تحقیقی انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ یہ سب فیضان اعلیٰ حضرت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

این سعادت بزورِ بازو رنیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل رسالہ مبارکہ کو مقبولِ انام بنائے اور عوام وخواص کو استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

□□□

الرضا دوماہی پٹنہ کا اداریہ، حق وصداقت کا اشاریہ

● حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

چاند سا کردار اپناؤ اے میرے دوستو
داغ اپنے پاس رکھو روشنی بانٹا کرو

مگر وقت کی اس ستم ظریفی کو کیا کہیے کچھ لوگ برسوں سے صرف داغ بانٹنے کے کام میں کار خیر کی طرح مصروف ہیں، یا تو ان کے پاس روشنی ہے ہی نہیں، اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو بے داغ سمجھ رہے ہیں، ان کے زعم علم ونخوت فکر میں مسلک اعلیٰ حضرت کی جامعیت، مدارس کی تعلیم وتربیت، پاکان امت کا تقویٰ، مقرر کی تقریر، مفتی کا فتویٰ اور خطبا کی خطابت سب داغدار۔ ایک لمبی فہرست ہے ان کے فکری جرأت اور قلمی جسارت کی، دس سال یا کچھ کم وبیش سے وہ مسلسل اس حرکت مذبوحی کا شکار ہیں، اور ان کی حرماں نصیبی دیکھئے کہ یاد دہانی کے باوجود بھی اپنے کارناموں پر غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، ان کے قلمی تیر ونشتر سے کیسی کیسی معتبر ومستند شخصیت کے دامن پر داغ اتہام لگ رہا ہے کبھی پلٹ کر بھی نہیں دیکھا، جیسے ان سے توفیق چھین لی گئی ہو، بڑوں کی دل شکنی سے کیا کچھ ہوسکتا ہے کچھ غم نہیں۔ دین کو شک وریب کے دلدل میں پھنسانے سے خدا کی کیسی ناراضگی اور محبوب خدا کی کیسی دل آزاری کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے کچھ بھی ڈر نہیں، وہ یہ بالکل بھولے بیٹھے ہیں کہ:

ہزار داغ ہوں روشن تمہارے ماتھے پر
بغیر عشق کا سجدہ زمین کو چبھتا ہے

قلم کا ہتھوڑا چلانے سے پہلے یہ ضرور سوچنا چاہیے تھا کہ اس کی ضرب کس کس پیکر عشق ووفا اور فضل وکمال کے کس کس رسالہ پر پڑے گی، اسی وقت جب خوشتر نورانی نے ماضی کے محلات وقصور اور حال کے تاج محل کی دہلیز پر اپنی بے باکی کی دستک دی تھی ہم چند شوریدہ سروں نے پیغام رضا ممبئی کے پلیٹ فارم سے کامل دفاع کوشش کی تھی، امام احمد رضا نمبر، مفتی اعظم نمبر، مسلک اعلیٰ حضرت نمبر، فکر وتدبیر نمبر، اس زمانے کی تاریخی، دستاویزی یاگار رہیں ہیں۔ اور ماضی قریب سے حال تک، امتیاز اہلسنت، حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت منظر پس منظر، آئینہ صلح کلیت، رضوی آئینہ، رضوی تعاقب، یہ وہ معرکۃ الآرا کتابیں ہیں جس نے فتنہ صلح کلیت میں کھلبلی مچا رکھی ہیں۔ یہ سب کتابی سلسلہ پیغام رضا ممبئی ہی کی دردمندانہ چیخ وپکار ہیں پیغام رضا ممبئی آج بھی خوشتر اینڈ کمپنی کو یہ کہہ کر خواب غفلت سے جگا رہا ہے کہ:

شوق پرواز کا رکھتے ہو تو شاہین بنو
یوں تو کوے بھی فضاؤں میں اڑا کرتے ہیں

یہ بات کم ہی لوگ جانتے ہیں کہ پیغام رضا ممبئی کا فکر ساز میں بھی رہا ہوں اور ہوں، مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اہلسنت کے رسالوں جن وجوہ سے دم گھٹنے لگتا ہے انہیں وجوہ سے کتابی سلسلہ پیغام رضا بھی دم بخود ہے جس کی وجہ سے وقفۂ اشاعت میں تاخیر اور کبھی غیر معمولی تاخیر ہوجاتی ہے مگر حوصلہ وہی ہے، تگ وتاز وہی ہے۔ تب وتاب مخلصانہ میں کوئی کمی نہیں، ہمیں خوشی ہے کہ پیغام رضا نے تنقید واحتساب کی جو شاہراہ متعین کی دوماہی الرضا پٹنہ

اسی پرشمع فروزی کے لیے آن بان شان کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے۔

میری ہمت کو سراہو میرے ہمراہ چلو
میں نے اک شمع جلائی ہے ہواؤں کے خلاف

ادھر کچھ مہینوں سے ماہنامہ جام نور نے جب زہر افشانی تیز کر دی، اور عاقبت نااندیشوں کی طرح میدان تیہہ میں سرپٹ اپنی فکر کا گھوڑا دوڑانا شروع کیا تو مسلک اعلیٰ حضرت کی ارتقاء کے آرزومند، اور اپنے پرکھوں کی دولت امانت کے دردمند اس خیال سے کہ:

نہیں معلوم یہ بد مستیاں کیا رنگ لائیں گی
کہاں تک اور بگڑے گا ابھی ان کا چلن ساقی

سردست دوماہی الرضا کے نکالنے کا فیصلہ کیا، میں ان تمام جیالوں کے اس نرالے اقدام کو بصد خلوص ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مسلکی فضا اور ملی آب و ہوا کو متعفن کرنے کی جو مکروہ کوشش ہو رہی ہے ان شاء اللہ دوماہی الرضا کی ٹیم ان کے سامنے فولادی دیوار بن کر کھڑی رہے گی اور سرمایۂ سنیت کی حفاظت کی خاطر اپنی حیات کا عرق نچوڑ کر رکھ دے گی۔

یوں تو دوماہی الرضا کی پوری ٹیم علم وعمل، فکر وفن، اخلاص وایثار، دینی ولولہ اور ملی عزم وتڑپ کے ہتھیاروں سے لیس ہے، دوماہی الرضا کے لیے یہ چیز نیک شگون ہے کہ ایسے ایسے کوہ نور اسے سجانے سنوارنے اور نکھارنے میں لگے ہیں ان میں مدیر اعلیٰ عزیز محترم ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ پٹنہ جواں سال عالم، جوان فکر مفتی، جواں عزم ناقد، جواں نظر محقق، جواں حوصلہ ادیب، جواں بیان خطیب، اور جواں امنگ رضوی ہیں آپ اگر چہ میرے تلمیذ ہیں مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ مجھے بھی ان کی تحقیقی بصیرت، مطالعہ کی وسعت، تنقیدی صلاحیت پر ناز ہے، ان کی ادارت میں یقیناً الرضا ترقیوں کے آسمان پر پہونچے گا اور مقبولیت میں اپنا منفرد مقام بنائے گا۔لفظی تصرف پر شاعر سے معذرت کے ساتھ:

اب آ گیا ہے زد پہ صحافت کا پرندہ
میں خان کے ہاتھوں میں کماں دیکھ رہا ہوں

اس تناظر میں دوماہی الرضا پٹنہ کا اداریہ پڑھ کر آپ سب کو جتنی خوشی ہوئی ہے، ان سے دوگنی خوشی مجھے ہوئی، اولاً یہ کہ انہوں نے نوک قلم سے جام نور کے بال کی کھال نکال دی ہے، اور ثانیاً یہ کہ میں پہلی بار کھل کر انہیں تحفظ دینیات ورضویات میں محاذ آراد یکھ رہا ہوں ورنہ وہ برسوں سے لکھ رہے ہیں اور خوب لکھ رہے ہیں، ان کی فکر کا میدان بھی صرف رضویات اور متعلقات رضویات ہے، اس کے باوصف وہ ہمیشہ چلمن سے لگے رہنے ہی کو ترجیح دیتے رہے، میں اس انتظار میں تھا کہ کب ان کا قلم ''خنجر خوں خوار برق بار'' کی جھنکار سنائے گا۔جن کے گھر حضور حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا قادری کئی کئی ایام تک مہمان رہے ہوں، حضور مفسر اعظم ہند نے بارہا جس خانوادے کو خدمت کا شرف بخشا ہو، حضور تاج الشریعہ جن کے گاؤں ہی نہیں گھر کو اپنے فیضان سے مالا مال کرتے رہے ہوں اور جسے حضور تاج الشریعہ کے دامن کرم سے وابستگی کا شرف ملا ہو وہ حاسدین رضا کی ایمان سوز تحریروں کے خلاف صف آرا کب ہوگا، آج جب میں انہیں

دشمن مسلک پہ شدت کیجئے
باغیوں کی کیا مروت کیجئے

کا نعرہ لگاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اور یہ للکار سن رہا ہوں کہ:

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

تو میرا وجدان بولتا ہے کہ حضور مفسر اعظم کی برکت اور حضور تاج الشریعہ کی ارادت اپنا کام کر گئی۔تبھی تو دوماہی الرضا کا شاہکار اداریہ سامنے آیا اور اقامت میں پہلے سے بیٹھنے کو جب خوشتر نے مستحب لکھا تو آپ کا قلم حرکت میں آ گیا اور چند سطر میں اس طرح انکشاف حق کر گیا کہ صداقت کی پیشانی مسرت سے گلنار ہو گئی، یہ آپ کے کمال علم، کمال عشق اور کمال جرأت کی بین دلیل ہے، دیکھئے اقتباس۔

''اس مسئلہ پر علمائے اہلسنت اور مخالفین کے یہاں علمی اور عملی دونوں اختلافات ہیں، دیابنہ اور وہابیہ پہلے کھڑے ہوتے ہیں یہ انہیں کی پہچان ہے، اجنبی جگہ اگر جانے کا اتفاق ہو اور وہاں عام لوگ کھڑے ہو جائیں، اس کا مطلب بالعلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ دیابنہ ہیں، اور جب یہ مسلمہ ہے کہ انہیں کی علامت ہے (سراواں الہ آباد، والے اہلسنت کے یہاں اس وجہ سے بھی مشکوک ہیں) تو پھر آپ نے ان کی سرزنش کو اکرام مومن سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے، کیسے کہہ دیا؟ کیا دیابنہ اور وہابیہ آپ کے نزدیک مومن ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ ہی کے بقول'' آپ کو جس راہ پر چلنا پسند ہے وہ راہ اختیار کیجئے، آپ کا یہ مذہبی، سماجی، ملکی حق ہے'' کھل کر سامنے آیئے اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔''

(اداریہ الرضا، جنوری، فروری، ص ۱۶ شمارہ ۱)

اس ایک اقتباس میں آپ نے کتنے انکشافات کئے ہیں:

- خوشتر نورانی کو ان کے پندار علم کا آئینہ دکھایا
- نیچے دروں، نیچے بروں سے باہر نکلنے کی دعوت بھی دیدی
- انہیں اگر صلح کلیت ہی پسند ہے تو کھل کر اپنی پسند کے اظہار واختیار کا مشورہ بھی دیدیا
- وہابیہ دیابنہ کی ایک مشہور ومتداول پہچان بھی واضح کر دی

- اوراس پرسیدسراواں والوں کی مشکوک پالیسی بھی طشت ازبان کردی
- وہابیہ دیابنہ کی سرزنش پراکرام مومن کی حقیقت بتاکرانہیں چوکنا بھی کردیا۔

مدیر جام نور نے ماہنامہ جام نور کے ذریعہ اب تک کیا کیا گل کھلائے ہیں اس کو پورے فکری سرمایہ اور صحافتی اثاثہ کو چند جملوں میں بیان کرکے کوزے میں سمندر کوسمودینے کا آپ نے کامیاب تجربہ کیا ہے جس سے خوشتر کا فکری چہرہ آئینہ حق وصداقت میں کھل کر سامنے آگیا ہے۔قارئین دیکھیں گےتو داد دیئے بغیرنہیں رہیں گے۔

۱۔ لفظ بریلوی کوموضوع بناکر جماعتی اتحاد کوتوڑنے کی کوشش کی گئی ،

۲۔ مسلک اعلیٰ حضرت کےنعرہ پراہلسنت کوآپس میں دست وگریباں کردیا۔

۳۔ جماعت اہلسنت کے مذہبی ڈھانچہ کوتنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

۴۔ جماعت کے معتمد علماء کونشانہ پررکھا گیااورعوام کے درمیان ان کی وقعت مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔

ایک جگہ مدیر جام نور کی حرکتوں پرسن رسیدہ مدبر کی طرح آپ نے اظہارافسوس کیا ہے،اس میں خوشتر نورانی کانسب نامہ بھی ہے،علامہ ارشد القادری سے اس کی قربت بھی، علامہ علیہ الرحمہ کی خدمات کا تذکرہ بھی ، ان کا ملی دردا ور مسلکی سوزوگداز بھی اور ان سب کے ساتھ علماء وعوام اہلسنت کی عدالت میں ناخلف اولاد کی طرح خوشتر کی پیشی بھی، پڑھیئے اور اس کےنوشتہ تقریر پرماتم کیجئے۔

’’افسوس جسے رئیس القلم کا جانشین ہونا تھاوہ ان کی حرمتوں کا قاتل ہوگیا، جسے ان کاعلمی وارث ہونا تھا وہ ان کا مخالف ومحارب ہوگیا۔ جسے ان کے ادھورے مشن کوپورا کرنا تھاوہ ان کے مشن ہی کومشکوک بنا گیا۔ وہ علامہ جوتعلیم کے لیے لیبیا اورمصر تونہیں گئےمگر اپنی خدمات کےنقوش ، برطانیہ سورینام،ایران،افریقہ،ہالینڈ تک چھوڑ آئے اوراپنے اسی مشن کی تکمیل کے لیے پوتے کوہندوستان سےلیکر لیبیا تک سے تعلیم دلوائی،وہ ان کے مشن کاجھنڈا اٹھانے کے بجائے ان کی رسوائی کاسامان بن گیا۔(مرجع سابق)

اس طرح سے

داغ دل داغ جگر داغ آرزو
کیا کیا کھلے ہیں پھول میرے لالہ زار میں

کامعجون مرکب بناکرخوشترکوچھوڑ دیا گیا ہے،خوشتر کی کارستانیوں دلآرزاریوں، اسلاف بیزاریوں کواگرآپ چندمنٹوں میں دیکھنا، پڑھنا اور سمجھنا چاہتےتووہ بس دوماہی الرضا کا یہ اداریہ پڑھ لیں۔

ہمیں یقین ہےڈاکٹر امجد رضاامجد آئندہ جماعت اہلسنت کے دامن کواپنی تحقیق وتنقید سے مالامال کرتے رہیں گے۔ میں ایک بار پھر مجلس ادارت ،مجلس مشاورت کے جملہ احباب وارکان کوالرضا کی اجرائی پرصمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، ہاں چلتے چلتے الرضا کے اہداف سےمتعلق اتناعرض کردوں کہ آپ نے اس نسبت سےلکھا ہے کہ:

’’الرضا کی پالیسی بھی یہی ہے کہ اس سے ایمان وعقیدہ ،علم وعمل اور ادب ومعرفت ہرجذبے کی کاشت ہو، اور ہرشعبہ علم اس سے مالا مال ہو،اوران شاءاللہ ایسا بھی ہوگا‘‘(مرجع سابق)

یہی دعویٰ تو جام نور اور اس کے ہمنوا تمام رسالوں کا ہے، پھر ان میں اور’’الرضا‘‘میں فرق کیا رہ گیا۔ان جملوں کی معنویت کو پردۂ خفا سے باہرنکالئے، بالکل واشگاف انداز میں مقاصدوعزائم کا اظہار لکھئے، یادآرہا ہے آپ نے چندعنوان کا انتخاب بھی کیا تھا، جوٹیلیگرام پہ آیا تھا۔اسے چھاپئے، اگرحذف اضافہ کی ضرورت ہوتو کیجئے مگراہداف ایسامقرر کیجئے جوحال وماحول کے تمام تقاضوں کومحیط ہو،تاکہ مقاصد کی تکمیل ہو،افکار کا تحفظ ہو،شک وشبہ کی گھٹا تارتار ہو،نویدحق سے سماج ومعاشرہ کا دامن مالا مال ہو،ان تمام کوششوں میں مصروف تمام حضرات کی حیات وخدمات پر ہمارے اسلام کی خصوصی توجہ ہو،عزیزم محترم ایڈیٹر صاحب آپ اپنے اس اداسے برملایہ کہنےکاحق رکھتے ہیں کہ:

اس میں ہمارا خون جلا ہو کہ جان ودل
محفل میں کچھ چراغ فروزاں کئے تو ہیں

□□□

الرضاامید کی کرن بن کرمنظرعام پرآیا

● مولانا محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی

استاذ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

آج سےقریب ۴۰ سال پہلے تک اپنی جماعت میں اچھےقلم کاروں کی بے پناہ کمی تھی،معقول بجٹ والا اپنا کوئی اشاعتی ادارہ بھی نہیں تھا کسی بڑی اشاعت کے لئے عوامی تعاون کی ضرورت پڑتی تھی،حالات ،بدلے،پرکشش تحریر کی صلاحیت رکھنے والےنوجوان علما کی ایک ٹیم تیار ہوئی، دہلی میں اپنی جماعت کے اشاعتی اداروں قطار لگ گئی،پوری توقع ہوچلی تھی کہ نوجوان صاحبان قلم عقائدوافکار،مراسم ومعمولات کی شکل میں ملی ہوئی اسلاف کی وراثت عصری اسلوب میں بلاکم وکاست نئ نسل تک پہنچانے کا کام کریں گے اور اسلام وسنت کی صحیح تعلیمات سے دنیا روشناس ہوگی لیکن توقع کے مطابق ایسا ہوانہیں، چندہی دنوں کے بعدتحریریں ایسی منظر عام پہ آنےلگیں کہ نئ نسل اپنے بزرگوں کا باغی بن گئی ،فرق مراتب کا خاتمہ ہوگیا،برسر بازارا پنے ہی بزرگوں کی پگڑیاں اچھالنا نوخیزقلم کاروں کامحبوب ترین مشغلہ بن گیا ،ان مراسم ومعمولات پرتنقیدوں کی بوچھار ہونے لگی جنہیں بزرگوں نے اپنےسینوں سےلگارکھاتھااوروہ مستحسنات کے زمرے

میں ہونے کے باوجود اہل حق کی وضع وشناخت بن چکے تھے۔پیران طریقت علمائے شریعت طالبان علوم دینیہ ،دینی مدارس،شرعی فتوے اور مفتیان کرام کوعوام کے نزدیک بے وقعت بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ۔مگران سرپھروں کوراہ راست پرلانے کے لئے،شطران بے مہار کی نکیل کسنے کے لئے،اسلاف کی قرار واقعی عظمتوں سے زمانے کو باخبر کرنے کے لئے آج بھی کچھ شخصتیں ہیں جواپنی عزت وآبرو خطرات میں ڈال کر برحق بولی بولنے کااور بے لگاموں کے قلم کولگام دینے کا کام کررہی ہیں۔

بڑی تشویش ہوتی ہے یہ تصور کر کے کہ ان گنی چنی شخصیات کا سایہ اٹھ جانے کے بعد اپنی جماعت کا حشر کیا ہوگا؟ کہیں ان لوگوں کوششیں تو بارآور نہیں ہوجائیں گی؟ جوایک عرصہ دراز سے ''کسی کو برانہ کہو'' کا جھوٹا پروپیگنڈا کر کے حق وباطل کو باہم گڈمڈ کردینا چاہتے ہیں۔لوگ توان کے پروپیگنڈا کا شکار ہوکر صلح کلیت کی بولی بولنے لگے ہیں جب کہ وہ خود رات دن اپنے پروپگنڈا کے الٹ ہماری جماعت کو''قبر پجوا،مشرکی،گمراہ ، بدعتی'' کہتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں۔

ان حالات میں دوماہی الرضاانٹرنیشنل پٹنہ امید کی کرن بن کر منظرعام پرآیاہے رسالہ کے مدیر اپنی جماعت کے ذی استعداداور نوجوان قلم کار محب گرامی ڈاکٹر امجد رضاامجد ہیں،امید ہے کی ان کی صالح ادارت میں یہ رسالہ جماعتی کسوٹی پر کھرا اترے گا غلط فہمیوں کا ازالہ کرے گا اور مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔

□□□

خوشتر نورانی صاحب کو ہمارے اکابرین طلب فرمائیں

● مولانا غلام غوث بغدادی قادری رضوی، پاکستان

حضرت قبلہ محسن اہلسنت مفتی ڈاکٹر امجد رضاامجد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو بہت بہت مبارک ہو کہ آپ نے خوشتر نورانی صاحب کو جواب عطافرمایا۔یقینا آپ کا یہ کام خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہے۔اورآپ نے ان کے افکار باطلہ کا بڑے حسین پیرائے میں رد فرمایا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کواس پر جزائے خیر عطا فرمائے،خوب برکتیں عطافرمائے اور دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال فرمائے۔آپ سے گذارش یہ ہے کہ اگر اس طرح ممکن ہوکہ خوشتر نورانی صاحب کو ہمارے اکابرین طلب فرمائیں اوران کی اصلاح کی کوشش کریں اورانہیں اس بات کا احساس دلائیں کہ آپ بہت بڑی غلطی پر ہیں، مجھے اس چیز کا علم نہیں ہے،ممکن ہے آپ نے یہ کوشش کی ہو پھر بھی آپ سے درخواست ہے کہ ایک کوشش آپ اور کرلیجئے۔اور دوسری درخواست یہ ہے کہ پچھلے دنوں ہندوستان میں ایک شخص نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی ہے۔اس حوالے سے

بھی اگرآپ کی کوئی کلپ منظرعام پرآجائے۔آپ کی خوبصورت جس میں آپ تمام لوگوں کواس بات کی طرف متوجہ کریں،تمام سنی تنظیمات کوکہ وہ گستاخ سے انتقام لینے کے لیے اپنے قدموں کوآگے بڑھادیں۔آپ کاعمل ہم سب کے لیے باعث افتخار ہوگا۔میں امید کرتاہوں کہ آپ ان دو درخواستوں پرضرور غور فرمائیں گے۔

جوآپ کی تحریر کا انداز ہے وہ ماشاء اللہ بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ہمارے یہاں پاکستان میں ایک رسالہ''فکر سواد اعظم'' شائع ہوتا ہے، یہ ایک ماہنامہ ہے، شیخ الحدیث والتفسیر اس کے ایڈیٹر ہیں،ہم نے ان سے بات کرلی ہے اورآپ کا مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ماہ وہ شائع کریں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید زور عطا فرمائے۔اور جس طرح آپ نے افکار رضا کوواضح فرمایا ہے یقیناًیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وناموس کے لیے ہی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔اور تحفظ ناموس رسالت کے لیےآپ کوہندوستان میں ایک زبردست ریلی کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ممکن ہے آپنے یہ اہتمام کرلیا ہوتو اللہ تعالیٰ آپ کومزید برکتیں عطافرمائے۔جزاکم اللہ خیراً

(یہ تاثر ریکارڈ کر کے بھیجا گیا تھا)

□□□

الرضا صوری ومعنوی اعتبار سے دیدہ زیب اور معیاری ہے

● ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس

محترم مفتی ڈاکٹر امجد رضاامجد صاحب۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

الرضا کی نشاۃ ثانیہ مبارک ہو۔آپکا یہ قدم قابل ستائش ہے امید ہے کہ یہی انداز مجاہدانہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔سارے مشمولات وترتیب ومضامین عمدہ ہیں۔خاص طور پر''جماعتی انتشار کا ذمہ دارکون؟'' نے بیحد متاثر کن ہے۔موجودہ حال اورسلگتے ہوئے مسائل پر جس طرح آپ نے سنجیدہ گفتگو کی ہے، وہ ملت کو متنبہ کرنے کے لیے کافی ہے۔دُعا ہے کہ آپ کی یہ کاوش اس پرفتن دور میں ملت کی آواز ثابت ہواور صالح صحافتی کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔

الرضا صوری ومعنوی اعتبار سے دیدہ زیب اور معیاری ہے۔یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی فکروتحقیق کا محافظ اور سواد اعظم اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے۔ہم تمام اہل ادارہ کواس کی اشاعت کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔انشاء اللہ بہت جلد اس رسالہ کو جملہ جرائد اہل سنت میں منفرد مقام حاصل ہوگا۔

فقط والسلام

الرضا کے تمام مشمولات حقیقت کے آئینہ دار ہیں

● مفتی محمد حسن رضا نوری
شعبہ دار الافتاء مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ

مکرمی جناب ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دو ماہی ''الرضا'' کی ظاہری ومعنوی خوبی دیکھ کر دل فرط مسرت سے جھوم اُٹھا۔ آپ ملت کے ایسے نباض ہیں جو مرض کی شناخت اور اس کا علاج بروقت کرتے ہیں۔ رضویت پر کام کے تعلق سے برصغیر میں آپ محتاج تعارف نہیں۔

''الرضا'' کے تمام مشمولات حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تجدیدی کاناموں سے پہلو تہی سراسر ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے خوش عقیدہ مسلمانوں کو ایک شناخت دی اور اسی شناخت کا نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے۔ مسلک بیزار کچھ لوگ اس علامت کو ختم کرنے کی ناپاک سازش میں لگے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی شہرت ومقبولیت ہضم نہیں ہو پارہی ہے۔ اسی خلش میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نام پر خانوادۂ رضا کی عظمت ورفعت کو کم کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہیں، مگر وہ قیامت تک اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

قائد اہلسنت بانیٔ مدارس کثیرہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی حیات مستعار ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی صیانت وحفاظت کے لیے وقف تھی اور حضرت قائد اہلسنت علیہ الرحمہ نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے لیے جو کام کیا وہ اہل سنت وجماعت سے پوشیدہ نہیں۔ اسے ستم ظریفی نہیں تو اور کیا کہیے کہ جس قائد اہل سنت نے پوری زندگی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی پاسداری کی انہیں کا نبیرہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے بیزار اور اس کے خلاف تحریری مشن میں لگا ہے اور اپنے جد امجد کی روح کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ آپ نے اپنے اداریہ میں حقیقت کا آئینہ دکھایا ہے۔ مسلک بیزار حضرات کو اس آئینہ میں اپنا چہرہ ضرور نظر آئے گا۔

دُعا ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں کو حقیقت کے اعتراف کی توفیق دے اور ''الرضا'' کو بام عروج تک پہنچائے۔ آمین

□□□

جام نور کے اداریوں کا کامیاب آپریشن

● مولانا قمر الزماں مصباحی
پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ پٹنہ سیٹی

محب گرامی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ! سلام ورحمت

تحقیق وتعمیر اور حقائق سے لبریز رسالہ ''الرضا'' دل ونگاہ کیلئے سرور بخش ثابت ہوا۔ عظیم آباد کی علمی، فکری، ادبی اور مذہبی سرزمین سے پاکیزہ فکر ونظر اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان رسالہ الرضا کے اجرا پر تہہ دل سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس آپ حضرات کو یہ توفیق ارزانی فرمائے کہ تادم حیات اپنی فکر وقلم کے لہو سے مسلک رضا کے لہلہاتے چمن کی آبیاری کرتے رہیں۔ آپ نے اداریہ ''جماعتی انتشار کا ذمہ دار کون؟'' میں جام نور کے مختلف اداریوں کا جو آپریشن کیا ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ حقائق سے نقاب کشائی آپ کے قلم کا اہم تیور ہے جو جماعتی اتحاد کا عظیم داعی اور مخالفین کے لئے ضرب کلیم سے کم نہیں ہے۔ جناب عتیق الرحمان صاحب کا مضمون ''نام نہاد اسلاف شناسی کے اصلی چہرے'' مولانا انصار احمد صاحب مصباحی کی تحریر ''تنقید وتعمیر'' موجودہ حالات کی صحیح عکاسی کررہی ہے وہیں مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی کا ''عبید اللہ خاں اعظمی کی تکفیر وعدم تکفیر پر تجزیاتی نوٹ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آج کچھ فقیہان حرم جدید تحقیق کے نام پر اقوال ائمہ اور اکابرین فقہ کے خلاف ''اپنی رائے'' کو شریعت میں داخل کرنے کی ناپاک جسارت کررہے ہیں ایسے اقدام کی ہر طرف سے مذمت ہونی چاہئے، اس حوالے سے الرضا کا کردار نہایت صاف وشفاف ہے، اسلاف شناسی کے باب میں مولانا میثم عباس قادری پاکسان اور مولانا راحت علی خاں بریلوی کی تحریریں ان لوگوں کے منھ پر زوردار طمانچہ ہیں جو اسلاف شناسی کی ڈفلی بجا بجا کر اسلاف بیزاری کا بھیانک کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

جام نور نے اپنے وقت پیدائش سے اب تک نئی نسلوں کے ذہنوں میں مذہب بیزاری، آزاد خیالی، دل آزاری، فکری بے راہ روی اور سنت وشریعت سے دوری کے جو جراثیم پیدا کئے ہیں اسے مذہبی صحافت کے سیاہ باب سے تعبیر کرنا چاہئے، کسے معلوم تھا کہ جس کے دادا (علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ) نے حمایت حق، ناموس رسالت کے تحفظ، عشق رسول کی پاسبانی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی میں اپنی زبان وقلم کا سارا سرمایہ جھونک دیا آج انہیں کی گود کا پروردہ شریعت اسلامیہ کے تقدس سے کھیلے گا، الامان والحفیظ! حیرت ہے کہ کچھ خانقاہیں مبلغین ومبلغات کو سالانہ پانچ لاکھ کا آفر کررہی ہیں تاکہ ان کے باپ دادا کا نعرہ فضا میں گونجے اور بریلی کے خلاف راہ ہموار کی جائے مگر ان متعصب اور بیمار فکروں کو یقین کرلینا چاہئے کہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے پیسے لٹا کر اپنا نام اونچا نہیں کیا بل کہ اپنے علمی، دینی، فقہی، ادبی اور تحقیقی کارناموں کے حوالے سے ہر محفل عشق وعرفان اور بزم علم وشعور میں نور بن کر چھائے ہوئے ہیں جس کا تعلق کسب سے نہیں عطا سے ہے۔ اعلیٰ حضرت کو اگر اہل ایمان اپنا حرز جان بنائے ہوئے ہیں تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ نے ہمیں ایمان کا سونا دیا، فکر ونظر کی طہارت دی، محبت رسول کا اجالا دیا، تعظیم اولیا کے تحفے دیئے اور عقیدے کا تقدس عطا کیا۔ آج کی کچھ خانقاہوں کی طرح پیسے لٹا کر اپنے نام اور کام کا سودا نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو عقل سلیم کی دولت سے نوازے۔ مجموعی طور پر رسالہ خوب سے

خوب تر ہے، خدا کرے استحکام واستمرار باقی رہے۔

□□□

الرضا کے اداریہ نے احساس کمتری کے خول سے باہر کیا

● مولانا سید احمد رضا تابش بھاگل پوری
نائب مہتمم ادارہ شرعیہ بہار

مکرمی!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

آپ کے قلم سفر جاری ہے۔ اس سفر میں یہ عزم بھی جھلکتا نظر آتا ہے کہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتے ہی رہیں گے۔ پیچھے مڑ کے نہیں دیکھیں گے۔ جس عزم وہمت سے آپ آگے بڑھتے جارہے ہیں امید ہے کہ دو ماہی الرضاء یک ماہی ہوجائے گا، انشاء اللہ۔ الرضاء نے ماضی کی بہت ساری یادوں کے دریچے وا کردیئے ہیں اللہ تعالی الرضاء انٹرنیشنل کو عروج عطا فرمائے آمین۔ اداریہ میں جس فکر وتدبیر اور حسن سلوک کا آپ نے مظاہرہ کیا ہے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔

میری ناقص رائے میں اگر ہمارے قلم کار حضرات اصلاح ہی چاہتے ہیں تو وہ نام لے کر ذلیل کرنے کے بجائے عمومی طور پر انہیں کمی کا احساس دلائیں اور ذلیل کرنے کے بجائے اصلاح کے پہلو پر توجہ فرمائیں تو انشاء اللہ انتشار وافتراق کا ماحول ختم ہوسکتا ہے۔

اپنے اداریہ میں آپ نے جس طرح اقامت کے مسئلے کے سلسلے میں گفتگو فرمائی اس سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں آپ بہترین ادیب ہیں وہیں فقہی مسائل پر بھی وقیع نظر رکھتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ دانشوروں کا جو طبقہ دینی مدارس کی پیداوار ہیں وہ زیادہ تر احساس کمتری کا شکار ہیں۔ مدرسوں سے نکل کر جب وہ چکاچوند کی دنیا میں جاتے ہیں اور ان کا حلقہ وسیع ہوتا ہے تو پھر انہیں مدرسوں کا نظام فرسودہ اور دینی حلقہ تنگ نظر محسوس ہوتا ہے۔ دھیرے دھیرے ڈپریشن کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھر ان کا قلم یا ان کی زبان علماء ومشائخ، مدراس وخانقاہ کو ہدف ملامت بنانے لگ جاتی ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ جو فاضل پروفیسر یا ادیب مدارس وعلماء کے خلاف زیادہ تازیانے برساتے ہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کے ہی فارغ التحصیل ہیں۔ اصلاح ہونی چاہئے مگر آپ نے سچ کہا اصلاح میں اخلاقی پہلوؤں پر بھی غور وفکر کرنی چاہئے۔ تنقید برائے تخریب نہیں تنقید برائے تعمیر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالی الرضاء کو اپنی رضا بخشے، آمین۔

□□□

میری دنیا میں یہ کیسا نیا سورج نکلا

● مولانا عبدالرزاق رضوی، پیکر رضوی

دو ماہی ''الرضا'' انٹرنیشنل پٹنہ کا پہلا شمارہ نگاہوں سے گزرا، دیکھ کر بے حد مسرت وشادمانی حاصل ہوئی، سارے مضامین مفید ومعلوماتی ہیں خاص کر آپ کا اداریہ نظر سے نہیں دل سے پڑھنے کی چیز ہے۔ اس میں جو درد ہے، اخلاص ہے اور جماعتی انتشار پر اشک ریزی کا جذبہ کارفرما ہے وہ بہت کم تحریروں کو نصیب ہوتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے خامہ سے فیضان رضا کی بارش ہورہی ہے، سطر سطر سے شعور وآگہی کی خوشبو پھوٹ رہی ہے اور اسلوب تحریر سے خونِ جگر کی روشنی ابل رہی ہے۔ اسلاف کی عظمتوں اور دینی کارناموں کی معرفت، ملت اسلامیہ کو جمود وتعطل سے محفوظ رکھتی ہے، مایوسیوں سے نجات دلاتی اور ڈوبتی رگوں کو خون تازہ عطا کرتی ہے لیکن حال کے دنوں میں کچھ اہل قلم اسلاف بیزاری کی مضحکہ خیز تاریخ رقم کرنے میں مصروف ہیں اور تعمیر کے پردے میں تخریب کا کاروبار پھیلا رہے ہیں ۔ جب کوئی بدنصیب اس منزل میں قدم ڈال دیتا ہے تو قدرت سب سے پہلے اس کی آنکھوں سے بینائی سلب کر لیتی ہے اور اس کے فکر وشعور کو صداقت کے اجالوں سے محروم کردیا جاتا ہے، آنکھ رکھتے ہوئے وہ کفر واسلام، نور وظلمت، خیر وشر، علم وجہل اور حق وباطل کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ وہ اپنے آباء واجداد کی علمی ودینی وراثت کو بھی یکسر فراموش کردیتا ہے، یہی حالت ان دنوں مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت کے گروہ کی بن گئی ہے، انہیں لاکھ مستحکم دلیلوں سے سمجھایا جائے، سمجھ نہیں سکتے لیکن آپ نے ایسے لوگوں کو بڑے مخلصانہ انداز میں آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔ آئندہ جب بھی جماعتی انتشار کی دکان چمکانے والوں کی تاریخ پڑھی جائے گی تو نئی نسلوں کو ایسے چہرے پہچاننے میں آسانی ہوگی۔

مولانا میثم عباس قادری رضوی نے حضرت مولانا آل حسن موہانی رضوی کی حیات وخدمات پر جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جو موصوف کی کتاب ''تنقیح العبادات'' کے انتخاب پر مشتمل ہے، مندرجات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بلند پایہ عالم اہل سنت تھے اور رد عیسائیت کے باب میں ان کا بڑا قابل قدر کارنامہ ہے، دور حاضر میں ان کی تصانیف عالیہ کو عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسلوں کو ان کے فکری سرچشموں تک رسائی ہوسکے۔ پیر محمد افضل قادری نے بھی اپنے مضمون میں ڈاکٹر طاہر القادری کو خود انہیں کی تحقیقات کے آئینے میں دیکھنے اور دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے جو خود ان کے لئے تازیانۂ عبرت اور ان کے دام تزویر میں آنے والوں کے لئے سامان حق وہدایت ہے۔ انصار احمد مصباحی نے جام نور پر تبصرہ پیش کیا ہے یا تنقید کی ہے؟ یہ قابل غور مسئلہ ہے لیکن ان کی یہ مختصر تحریر لذت آمیز ضرور ہے۔ مجھے یہ بات نہیں معلوم کہ لوگ عبید اللہ اعظمی کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں البتہ ''رام کتھا'' میں اس کی رام کتھا کے فتنہ نے اکابرین اہل سنت کو بھی عجیب وغریب فتنے میں مبتلا کردیا ہے، اسے ہم لوگوں کو خان صاحب کا توشۂ آخرت سمجھ کر بھول جانا چاہئے لیکن اس پر جاری شدہ تکفیر وعدم تکفیر کے فتاوے پر مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی کی تجزیاتی تحریر قارئین کے دامن فکر ونظر کو اپنے مطالعہ کی جانب کھینچتی ہے اور

خود صاحب فتنہ اور ان کے حامیوں کو دعوت اصلاح دیتی ہے۔''خانقاہ برکاتیہ اور مشائخ بریلی وبدایوں''میں دونوں مراکز کی دینی شخصیتوں کے باہمی روابط وتعلقات پر موثر انداز میں تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پیغام رضا ممبئ کے مدیر اعلیٰ محمد رحمت اللہ صدیقی نے''امتیازات امام احمد رضا''میں سمندر کو کوزے میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے جب کہ محمد اشتیاق فاروقی مجددی نے ملفوظات اعلیٰ حضرت پر علمائے دیوبند کے اعتراض پر خود انہیں کی کتابوں سے جوابات فراہم کیا ہے۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری نے حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی شخصیت کو ان کی دینی خدمات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے اس یقین کو توانائی بخشی ہے کہ حضور مفتی اعظم کا انتخاب لاجواب ہوتا تھا اور کیوں نہ ہو کہ مفتی اعظم اس ولی کامل کا نام ہے جو منزل حال سے مستقبل کو پڑھنے کی روحانی صلاحیت رکھتے تھے۔تاج الشریعہ کے حوالے سے آخر کے دونوں مضامین بھی بہت خوب ہیں۔

الغرض پیش نظر شمارہ کے تمام مشمولات تسبیح کے دانے کی طرح رضویاتی ادب سے مربوط ہیں۔اس میں عام لوگوں کی دلچسپیوں کا سامان مطلق نہیں ہے ،اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ اس کی اشاعت کا تسلسل باقی رہے،انسان کے پاس زندگی کا سرمایہ کم ہے لیکن کاموں کا ایک لامحدود سلسلہ ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہوجائے ،آپ میں جو دینی تڑپ ہے بلاشبہ وہ لائق تقلید ہے اور نئی نسلوں کو دعوت عمل پر ابھارتی ہے لیکن جب شخصیت کی پہچان بن جائے تو بہرحال اسے شخصیت کی طرح کاموں کو بھی پروقار وباوزن بنانا چاہئے۔ہماری دعا ہے کہ رب تعالیٰ آپ کی عمر میں برکتیں دے اور رسالہ کو ترقی وعروج عطا فرمائے۔

□□□

کاش! خوشتر نورانی اپنے دادا کی روش پر لوٹ آئیں

● حافظ معراج احمد فریدی
خانقاہ فریدیہ نظامیہ، مدھے پورہ (بہار)

گرامی قدر ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ۔۔۔ہدیۂ سلام ورحمت

دو ماہی رسالہ الرضا کا نیا تازہ اور پہلا شمارہ نظر نواز ہوا۔ الحمدللہ! اداریہ سے لے کر کل مضامین معلومات اور گرانقدر ہیں۔خاص طور پر آپ نے جام نور کے حوالے سے جس تشویش کا اظہار کیا ہے وہ لمحۂ فکریہ ہے۔ ملت کا ترجمان کہے جانے کے باوجود ایسی تحریریں جس سے جماعت میں انتشار پیدا ہو لکھنا یا شائع کرنا جماعت کو توڑنے کے مترادف ہے ، جوڑنے کے نہیں۔آپ نے صحیح بات کہی کہ علامہ کا پوتا ہونے کے سبب انہیں ایسا کرنا قطعاً زیب نہیں دیتا۔خدا کرے وہ دن جلد آئے جب خوشتر نورانی اپنے دادا رحمہ اللہ کی روش پر لوٹ آئیں،آپ کا اداریہ ان کے لیے مشعل راہ کا کام کرے۔آمین

□□□

علماء اپنی ذمہ داری محسوس کریں

● حضرت مفتی ایوب خان صاحب
شیخ الحدیث وپرنسپل جامعہ نعیمیہ ومفتی اعظم مرادآباد

مذہب اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان رسالہ''الرضا'' نظر سے گزرا۔ بحمدللہ! بہت خوب پایا۔علماء حق کو جو مقام آقائے کائنات علیہ الف التحیات نے عطا فرمایا ہے اس کا مقتضی ہے کہ ہر عالم اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے مسلک کی ہر ممکن خدمت کرتا رہے۔ مدیر مسئول جناب ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد نے اپنے حق کو ادا کیا ہے۔دُعا ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ جریدہ کو جاری وساری رکھے اور موصوف کی مساعی کو قبول فرما کر ارباب اہلسنت کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ الہ الصلاۃ والتسلیم

□□□

''الرضا'' آزاد خیالی کے طلسم کو توڑے گا

● مولانا محمد رضا صابری مصباحی
خادم دارالعلوم قادریہ مدینۃ العلوم، اندولی، سیتامڑھی

محب گرامی! ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔رسالہ الرضا باصرہ نواز ہوا۔ پڑھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی۔ وقت کی نبض کو سمجھنا اور اس کے مطابق اس کا علاج نکالنا آپ کا وطیرہ رہا ہے۔ پہلے بھی آپ نے مسلک بیزاروں کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تازہ ترین کوشش''الرضا'' کی شکل میں لائق تحسین ہے۔رسالہ کے مشمولات لائق ستائش ہیں۔ بالخصوص اداریہ حق وصداقت کی وہ زبان ہے جو یا تو مروّتاً بند تھیں یا مصلحتاً خاموش۔ بہرحال صحیح وقت پر صحیح بات کہی جائے تو اثر پذیری بڑھ جاتی ہے۔ چند ایسے افراد جن کو مدارس اسلامیہ کی پاکیزہ چہاردیواری سے نکلنے کے بعد کالج اور یونیوسیٹی کی فضا راس نہ آئی یا وہاں کا آزاد ماحول ری ایکشن کر گیا انہوں نے پچھلے کچھ سالوں میں مسلکی فکر کو یرغمال بنانے کی کوشش کی اور اپنی آزاد ذہنی کے رنگ میں مسلک اہلسنت وجماعت کو رنگنے کی ناکام کوشش کی ہے۔افسوس یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو کچھ معتبر خانقاہوں اور مستند علماء کرام کی سرپرستی بھی حاصل رہی ہے وجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن نہایت ناعاقبت اندیشانہ قدم ہے، جس سے مسلکی اتحاد کو زبردست نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

ایسے ماحول میں رسالہ الرضا اُس طلسم کو توڑے گا جس کا اثر آزاد خیالوں کے ذہن وفکر بری طرح چھایا ہوا ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ اور آپ کی ٹیم کو ہمت وحوصلہ سے نوازے اور یونہی مسلک اعلیٰ حضرت اور اکابرین امت کے پیغام کو عام کرنے توفیق عطا

فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلی الہ اکرم لصلوۃ والتسلیم

□□□

اداریہ مومنانہ بصیرت کی عکاسی کرتا ہے

● مولانا غلام سرور قادری مصباحی
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج، پٹنہ

شیر بیشۂ رضویت قاضی شریعت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا موقر جریدہ ''الرضا'' کا پہلا شمارہ (جنوری ،فروری ۲۰۱۶ء) نظر افروز ہوا۔ ماشاءاللہ مشمولات معیاری، اصلاحی، دینی، فکری اور تحقیقاتی نظریے کے حامل ہیں ۔ اداریے میں آپ نے جس مخلصانہ اسلوب کے ساتھ مولانا خوشتر نورانی اوران کے ہمنواؤں کی آزادخیالی اور غلط روی کی نشان دہی کی ہے وہ آپ ہی کا حصہ اور مذہب وملت کے تئیں دردمندانہ تڑپ، مخلصانہ دعوتی کوشش اور مومنانہ بصیرت کی عکاسی ہے ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگ دنیاوی وسائل کی خاطر اکابر کی دینی ملی اور مسلکی خدمات کا چہرہ مسخ کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں جو لمحۂ فکر یہ ہے۔خدائے تعالی انہیں صحیح سوچنے کی توفیق بخشے۔

مشمولات اچھے ہیں مگر چند گزارش ہیں ملاحظہ فرمائیں،فہرست میں گوشۂ'' تجلیات'' کے ضمن میں امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت واستاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی قدس سرہما کا نام ہے مگر اندرون صفحہ کلام اعلیٰ حضرت تو ہے لیکن کلام استاذ زمن نہیں بلکہ اس کی جگہ مولانا بلال انور رضوی جہان آبادی کا کلام ہے۔

یونہی ایک مضمون کی شمولیت محل نظر ہے،تحقیقات اسلامی کے کالم میں محترم ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی کا مضمون ''محمد بن اسحاق بن یسار احکام وسنن میں ضعیف ترین راوی ہے'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار نے محمد بن اسحاق بن یسار کو ضعیف راوی قرار دینے کی سعی کی ہے۔محترم اگر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ ''شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر'' اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کا رسالہ ''وقایۃ اہل السنہ عن مکر دیو بند والفتنہ'' یا دیگر علمائے اہل سنت کی کتب رسائل کا مطالعہ کرتے تو یہ بات ان پر عیاں ہوجاتی کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار ثقہ اور عادل راوی ہیں۔اس مضمون کی اشاعت کے بعد ضروری ہے کہ حقیقت عیاں کرنے کے لئے ایک وضاحتی اور تحقیقی مضمون شائع کیا جائے ،اور دھوکہ میں شائع اس مضمون کے منفی اثر کا ازالہ ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور رسالہ الرضا کو دوام واستحکام اور حاسدوں کے حسد اور شریروں کے شر سے محفوظ عطا فرمائے آمین۔

□□□

ادریہ فکری بصیرت اور جماعتی درد کا آئینہ ہے

● مولانا محمد صابر رضا محب القادری
ریسرچ اسکالر القلم فاونڈیشن پٹنہ

استاذی الکریم محقق رضویات مدیر اعلیٰ صاحب قبلہ، سلام مسنون

دوماہی الرضا کا پہلا شمارہ باصرہ نواز ہوا، پڑھا، مقتضیات زمانہ کے لحاظ سے ایک منفرد اور معلومات افزا رسالہ ہے، یقینا الرضا کا اجرا امت مسلمہ کے دردو کرب کا علاج، پژمردہ روح کو فرحت، فکرونظر کو قوت اور دین وایمان کو جلا بخشنے کے لئے بروقت قدم ہے، الرضا کی پوری جماعت قابل مبارک باد ہے، رسالہ کے سارے مشمولات خوب سے خوب ہیں خاص کر" اداریہ، جماعتی انتشار کا ذمہ دار کون" آپ کی فکری بصیرت دینی ملی جماعتی درد کا مکمل عکس وآئینہ ہے، یقینا آپ نے اخلاقی تقاضوں کو سامنے رکھ کر جس حسن اسلوب کے ساتھ نورانی صاحب کا تعاقب فرمایا ہے، وہ کسی دوسرے کی تحریر میں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

راقم السطور کی چند معروضات ہیں توقع ہے کہ ان پر نظر التفات فرمائیں گے، فہرست میں تجلیات کے تحت لکھا ہے کلام اعلی حضرت واستاد زمن علامہ حسن رضا بریلوی، مگر اندرون رسالہ میں کلام اعلی حضرت تو ہے لیکن استاذ زمن کا کوئی کلام نہیں، وہیں تحقیقات کے باب میں ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی صاحب کی تحریر بالکل اجنبی سی غیر تحقیقی معلوم ہو رہی ہے ۔حضرت محمد بن اسحق کو احکام وسنن میں'' ضعیف ترین راوی'' کہنا ظلم ہے ،لگتا ہے کسی ضعیف العلم کی کوئی کتاب ہاتھ آ گئی تھی اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی تحقیق کی عمارت تعمیر کی ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے محمد بن اسحق جلیل القدر تابعی اور عظیم محدث گزرے ہیں کثیر فقہاء ومحدثین نے ان سے روایت کی ہے، تھانوی صاحب نے بھی اپنے زمانے میں ان کے غیر ثقہ ہونے کا قول کر کے انہیں مطعون کیا تھا، تو حضور مفتی اعظم ہند نے باضابطہ ان کے خیال فاسد کی تردید میں ایک مبسوط رسالہ'' وقایہ اہل السنہ عن مکر دیو بند والفتنہ'' تحریر فرمایا تھا، اس رسالے کی جامعیت اور حضور مفتی اعظم ہند کی محدثانہ بصیرت پر قائد ملت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی ایک تحریر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا'' مفتی اعظم کا محدثانہ منصب وقایہ اہل السنہ کی روشنی میں'' بکھروی صاحب اس کے مطالعہ سے تسکین کر سکتے ہیں۔

گزارش یہ بھی ہے کہ اس میں اگر مباحثہ یا اسلامی کوئیز کا کالم شروع کر دیا جائے تو شاید طالب علموں کے لئے بھی مفید ہو۔ ویسے الرضا یقینا مقبول عام رسالہ ہوگا اور رضا کو رضائے الٰہی و رضائے محبوب الٰہی سے علاقہ خاص تو ہے ہی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ جماعتی انتشار کو ختم

کرنے کی سبیل پیدا فرمادے۔

□□□

الرضا کی جرأت مومنانہ کو سلام

● حافظ شمس الحق رضوی
بانی مجلس فکر رضا، لدھیانہ

عرس رضوی میں آپ نے الرضا کا پہلا شمارہ عنایت کیا وہاں تو مصروفیات کے سبب نہیں پڑھ سکا مگر لدھیانہ پہنچ کر مطالعہ کرتے ہی دل سے دعائیں نکلیں، چرچا سن رہا تھا کہ الرضا جاری ہونے والا ہے مگر اس قدر جرأت ہمت اور حوصلہ کے ساتھ نکالیں گے یہ توقع نہیں کر رہا تھا، یقینا رسالہ الرضا علمی بھی ہے اور دیدہ زیب بھی۔ مشمولات پر تبصرہ تو اہل علم کریں گے ہاں اداریہ پڑھ کر آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں، آپ نے واقعی حق ادا کر دیا، میں آپ کی جرأت مردانہ کو سلام کروں کہ ایسے عالم میں جب کہ لوگ حق بات کرتے ہوئے اس لئے ڈرتے ہیں دوست دشمن نہ ہو جائیں، آپ نے جرأت سے حق بات کہہ کر صحافت سے وابستہ افراد کو حوصلہ دیا ہے کہ حق بات سر دار بھی کہنی چاہئے اور کہنے والے اب بھی ہیں۔

آپ نے جس درد بھرے انداز میں مدیر جام نور کو ایک ایک کر کے ان کی خامیوں اور جرأتوں کا آئینہ دکھایا ہے اس کا حوصلہ دیکھنے میں نہیں آرہا تھا، مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں مجاہدانہ کام کرنے والے علما نے جام نور کے خلاف اپنے غم والم کا اظہار کیا بھی تو اس کو ظلم سے تعبیر کیا گیا اور اسے اتنا مشہور کیا گیا کہ ان کی مظلومیت بھی ظلم شمار کی جانے لگی، باتیں آپ نے بھی وہی کہی ہیں جو کڑوی ہیں کہ حق بات کڑوی ہوتی ہی ہے، مگر اسے آپ نے اس انداز میں کہی ہے کہ قاری آپ کی بات کا حامی ہو جاتا ہے کم از کم میں نے تو مطالعہ کے بعد یہی تاثر لیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے حوالہ سے بھی اس رسالہ میں مضمون دیکھا بڑی خوشی ہوئی، بعض لوگوں نے حضرت کے حوالہ سے یہ تاثر قائم کر رکھا ہے کہ حضرت نے کوئی علمی ورثہ نہیں چھوڑا ہے، اس طرح کے مضمونوں کی اشاعت لگاتار رہے تاکہ حضرت کی علمی خدمت آشکارا ہوتی رہے اور یہ ثابت ہو جائے کہ تاج الشریعہ اعلیٰ حضرت کے علمی وارث ہیں۔ حضور تاج الشریعہ کی ذات سے کل بھی دین وسنت کا کام ہو رہا تھا آج بھی ہو رہا ہے اور کل بھی ہوگا کہ اللہ والے علم سے عمل سے نگاہوں سے اور فیضان سے ہر ذریعہ سے اپنا کام کرتے ہیں۔ میں الرضا کی اشاعت پر آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ الرضا کے دس شمارے مجلس فکر رضا کے پتہ پر ضرور بھیجا کریں۔

□□□

الرضا طالب علموں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے

● مولانا عبدالباسط خان رضوی مصباحی
رضا باغ گنگٹی سیتا مڑھی بہار

اس سال عرس رضوی کے موقع سے جامعۃ الرضا کے اسٹیج پر علماء مشائخ کی موجودگی میں رسالہ ''الرضا'' کا اجرا ہوا رسالہ کا نام سنتے ہی اسکے مطالعہ کا شوق دل میں موجزن ہو گیا۔ کیونکہ جسے بھی اعلیٰ حضرت سے نسبت ہو جاتی ہے وہ شی بھی انمول اور اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ میں نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا تو الحمد للہ ثم الحمد للہ بے پناہ مسرت حاصل ہوئی اور قلبی سکون بھی ملا۔ کیونکہ ماضی قریب میں چند سالوں سے جس طرح ایک مہم کے تحت نوخیز طلبہ اور نئی نسل کے فاغین کو کبھی جمود وتعطل اور ذہنی طور پر بڑوں کا غلام کہہ کر انہیں احساس کمتری کا شکار بنایا جاتا رہا ہے تو کبھی آزادی رائے اور اختلاف کا حق ہر کسی کو حاصل ہے، کہہ کر طلبہ کو اکسایا جاتا رہا ہے تو کبھی اعلیٰ حضرت نے بھی تو اپنے بڑوں سے اختلاف کیا ہے جیسی باتوں کے ذریعہ ورغلایا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت پر ابھارا جاتا رہا ہے اس منفی عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایسے طلبہ جن کی تربیت اچھے گھرانوں میں ہوئی اور ان کی دس بارہ سالہ تعلیم بھی بڑے اداروں میں ہی مکمل ہوئی مگر جام نور کی حواس منجمد کر دینے والے تحریروں کے سبب بعض افراد رفتہ رفتہ مسلک اعلیٰ حضرت سے مشکوک اور علماء مشائخ کے گستاخ ہو گئے۔ جیسا کہ ان کی تحریروں اور گفتگو سے صاف ظاہر ہے۔ ایسے وقت میں رسالہ ''الرضا'' نے نئے فارغین اور نوخیز طلبہ کو حوصلہ بخشا ہے اور انہیں احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچایا ہے۔ ان کے پاکیزہ افکار کو حوصلہ فراہم کیا ہے، انہیں اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے وابستہ رہنے میں عافیت بتائی ہے اور انہیں اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ان کی تعلیم کا مقصد پورے اخلاص کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ واستحکام ہے نہ کہ اس کی مخالفت۔ اسی مسلک سے وابستہ رہنے میں تبلیغ اسلام، رضائے مصطفیٰ، محبت رسول، خانقاہوں کا تحفظ اور مستقبل کی بقا پوشیدہ ہے۔ میں تمام نئی نسل کے فارغین کی جانب سے حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور رب کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

□□□

پہلے شمارہ نے ہی معاندین کی نیند اڑادی

● مولانا غلام حسین رضوی
مرکزی ادارہ شرعیہ، بہار پٹنہ

ادیب شہیر محقق رضویات جناب مدیر علی رسالہ ''الرضا''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امیدقوی آپ بخیر ہونگے، رسالہ ''الرضا'' نظروں میں آتے ہی دل باغ باغ ہوگیا، ورق گردانی کی للک جاگ اٹھی تجسس کناں ہوکر بغور مطالعہ کیاواقعی ''الرضا'' مذہب وملت میں پھیلے گمراہ کن ارادوں کے انسداد کی حسین کڑی نظر آئی۔ پہلے شمارہ نے تو ناپاک سازش رچنے والے اور بزرگوں کی ذات وان کی فکری امانت پر کیچڑ اچھالنے والے حضرات کی نیند تواڑا ہی دی ہے۔

بزرگوں کے اقوال وارشادات اور ان کے تبرکات کی حفاظت وصیانت کے لیے ہر دور میں اعلیٰ حضرت کی قربانیوں سے اکتساب کرنا پڑے گا بغیر اس کے ایمان کی سلامی وحق گوہونا مشکل ترین امر ہے۔ میں مبارک باد دیتا ہوں ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ صاحب کوکہ دور حاضر میں ضرورت کے پیش نظر احباب کی مدد سے ''الرضا'' جاری فرمایا، اس کے پہلے ہی شمارہ نے یہ ذہن دے دیا ہے کہ میں اوروں کی طرح خموشی سے بزرگوں کے حرمت کی پامالی نہیں دیکھ سکتا ملت میں انتشار اور مسلک سے بیزاری کا جو ماحول پیدا کردیا گیا ہے اس کے خلاف الرضا ''صدائے احتجاج'' ہے جسے دبانہیں جاسکتا، اداریہ میں جس حوصلے اور جرأت کا مظاہرہ ہے اس سے نوجوان کی رگوں میں غیرت ایمانی کا خون گرم ہوگیا ہے۔

میں ''الرضا'' کے کارکناں، معاونین اور وابستگان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان کا یہ رسالہ مسلک اعلیٰ حضرت کا امین ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس اقدام کو مزید مستحکم بنائے۔

□□□

الرضا مسلک رضا کی فکری تعبیرات سے مرصع ہے

● مولانا شارق رضا مصباحی

مدرس الجامعۃ الرضویہ پٹنہ

مکرمی مدیر الرضا۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے، سب سے پہلے ہم آپ کو بارگاہ رضا سے سند خلافت سے نوازے جانے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

یقیناً یہ ہمارے لئے بے حد خوشی کی بات ہے کہ جو رسالہ (الرضا) ایک عرصہ دراز تک معدوم رہا اور قارئین کی نگاہیں اس کے مطالعہ سے محروم رہیں، آج وہ نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ ہمارے مطالعہ کی زینت ہے۔

الرضا کا پہلا شمارہ، دیدہ زیب طباعت، فکر انگیز اور بصیرت افروز مقالات پر مشتمل ہے اس کے مطالعہ نے روح ایماں کو جلا اور قلب وذہن کو تازگی بخشی۔ نوع بہ نوع گوشوں پر مشتمل مضامین اور نگارشات دل چسپ اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ معلوماتی اور مسلک رضا کی فکری تعبیرات سے مرصع ہیں۔

بے شک اہل علم وہنر پر یہ مخفی نہیں کہ کسی بھی مدیر کے لئے کوئی بھی رسالہ، مجلہ، جریدہ کی اشاعت کس قدر سخت اور دل گردے کا کام ہے۔ وسائل اور افراد کی فراہمی، مقالات ومضامین کی دستیابی، تصحیح وتبییض وغیرہ یہ سب وہ مراحل ہیں جن سے گزر کر کوئی رسالہ اشاعت کی منزل پر پہنچتا ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکورہ اسباب کی عدم فراہمی کی بنا پر رسالہ پردۂ عدم میں چلا جاتا ہے۔ اس کے باوجود آپ نے رضا بک ریویو نکالنے کے ساتھ ساتھ حالات کی پکار سن کر نئے رسالہ ''الرضا'' کا اجرا کیا ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا فیضان آپ پر جاری ہے اور حوصلہ وہیں سے آپ کو مل رہا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ فیضان کا یہ سلسلہ ہمیشہ آپ پر جاری رہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی اس دعا پر اپنا مراسلہ ختم کرتا ہوں

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہونا م رضا تم پہ کروڑوں درود

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

□□□

''الرضا'' وقت کی اہم ضرورت

● مولانا عبدالمتین ضیائی، پٹنہ یونیورسیٹی، پٹنہ

ملک ہندوستان میں، علماء، ادباء، صوفیاء اور دانشوروں کی دینی خدمات کی ایک طویل ترین تاریخ رہی ہے۔ اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ دینی خدمات کے جو ذرائع ووسائل ہمارے یہاں مہیا ہیں ان میں دینی رسائل وجرائد کا بھی اہم حصہ ہے۔ پورے ہندوستان سے شائع ہونے والے دینی رسائل وجرائد کی تعداد تقریباً دو ہزار تک ہے۔ اور سارے رسالے اپنی نوعیت ومعیار کے اعتبار سے مختلف حلقوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

رسالہ ''الرضا'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس کا پہلا شمارہ سال نو ۲۰۱۶ء کی آمد کے ساتھ ہی باصرہ نواز ہوا، دیکھ کر کافی خوشی ہوئی، بعد مطالعہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ وقت کی اہم ضرورت کا نام ''الرضا'' ہے۔ کیونکہ اس کے مشمولات وہی ہیں جن کا حالات حاضرہ متقاضی ہے، مذہب ومسلک، خانقاہ وخانوادہ، کے مابین ہو رہے ''توتو، میں میں'' اور مسائل فروعیہ کے اختلافات وغیرہ کے پیش نظر اس رسالہ کے سارے کے مضامین برمحل ہیں۔ اس کے مدیر اعلیٰ آبروئے قلم محقق رضویات حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد مدظلہٗ علینا، اور نائب مدیر کی حیثیت سے صحافی عصر مولانا احمد رضا صابری خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدیر اعلیٰ کی طرف سے اداریہ، بے باکی وحق وصداقت کی تصویر ہے۔

اس رسالہ کا سب سے بڑا مقصد تعلیمات اعلیٰ حضرت کو عام کرنا اور جو گمراہ وبدمذہب سماج میں بطور وائرس کام کر رہے ہیں ان سے بچاؤ کی پوری کوشش کرنا ہے اور مسلک وجماعت کو متحد ومتفق اور مستحکم بنانا بھی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح فکر و عمل کی توفیق فرمائے اور اس پر استقامت و دوام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

□□□

علمی و تحقیقی رسالہ شائع کرنے پر مبارکباد!

● ظفر محمود قریشی

مکتبہ فیضان سنت میلاد چوک واہ کینٹ، پاکستان

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر مفتی امجد رضا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں آپ کو اتنا علمی و تحقیقی رسالہ شائع کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسلک حقہ کی خوب ترجمانی فرمائی ہے۔ سابقہ شمارے بھی بذریعہ ای میل مل جائیں تو مہربانی ہوگی۔

□□□

اداریہ پژمردہ ذہنوں کیلئے منارۂ منزل ثابت ہوگا

● مولانا محمد اشفاق احمد مصباحی

صدر شعبۂ حنفی جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا۔

فدائے مسلک اعلیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دو ماہی ''الرضا'' شمارہ ، ارکا اداریہ ایک صاحب کے موبائل پر پڑھنے کو ملا، آپ کے نوک قلم سے نکلا ہوا یہ اداریہ کتنا جامع اور فکر انگیز ہے، یقین جانئے اس کی صحیح ترجمانی قالب الفاظ میں کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے، آپ نے اختصار کے ساتھ جس تلخ حقیقت کو سپرد قرطاس کیا ہے اس کے لیے آپ صد ہزار مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ کی اس تحریر سے بھلے ہی کوئی بہکا ہوا راہ یاب نہ ہو سکے مگر امید ہیکہ بہت سے پژمردہ ذہنوں کے لیے منارہ منزل ثابت ہوگی۔ مولی تعالی آپ کی صلاحیتوں کو دوبالا کرے اور ''الرضا'' کو ثبات و دوام عطا فرمائے۔ آمین!

□□□

ربط باہمی کی ضرورت

● قمر اخلاقی امجدی، استاذ: جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا

مکرمی! سلام مسنون!

اسلام کی ترویج و اشاعت میں صوفیا کا اہم کردار ہے، بالخصوص ہندوستان میں اسلام کی آبیاری کا سرمایہ افتخار صوفیاے کرام کی روحانی تعلیم و تربیت اور انکے انقلابی خانقاہی پیغام کے سر جاتا ہے، صوفیا اپنی صفائے قلبی کی وجہ سے اپنے اندر شدت اور نہ ہی بیجا اعتدال اور قلبی کشیدگی رکھتے تھے شاید یہی وجہ رہی کہ اسلام اپنوں کے علاوہ غیروں میں بھی اپنا مثبت نقش عمل چھوڑ گیا۔

صوفیائے کرام کے ایک دوسرے سے تعلق کافی خوشگوار اور والہانہ تھے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ مقدس نفوس روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے، پھر آپسی کشیدگی اور بیجا اختلاف و انتشار پھیلنے کے کوئی اسباب و عوامل کیسے دیکھنے میں آتے؟

جماعت کے ذمہ داران سنجیدگی سے حالات پر نظر رکھیں، آپسی کشیدگی کو بالائے طاق رکھیں، اگر ایسا ہو جاتا ہے تو ایک مرتبہ پھر سماج میں عقابی روح بیدار جائے گی۔

مضمون کے آخر سطروں میں میں دو ماہی الرضا کے تمام کارکنندگان کو عمیق قلب سے اس عظیم اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں فرزندان ریاست بہار کی بے مثال خدمات ''رضویات'' کا روشن پہلو ہے، رضویات پر اب تک پی ایچ ڈی کے جتنے مقالات لکھے گئے ہیں ان تمام میں ریاست بہار کو اولیت حاصل ہے اور یہ اولیت ڈاکٹر حسن رضا خان، ڈاکٹر امجد رضا خان امجد کا تصدق ہے، ایک مرتبہ پھر جب اپنوں نے رضویات میں سیندھ لگانے کی ناپاک کوشش کی تو ریاست بہار سے ڈاکٹر امجد رضا امجد نے اس حملہ کو ناکام کرنے کے لیے ''الرضا'' کی اشاعت شروع فرمادی ہے جو قابل ستائش عمل ہے ان کے اس ملی کارنامہ پر انہیں اور ان کی پوری ٹیم کو نیک خواہشات کے ساتھ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

□□□

جریدہ کا نام خود اپنی کامیابی کی ضمانت ہے

● سمیع الزماں خان

اعلی حضرت کی فکر و تحقیق کا محافظ، مسلک اعلی حضرت کا بے باک نقیب '' دو ماھی الرضا انٹرنیشنل'' ایک متبرک جریدہ براہ راست ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب کے متبرک ہاتھوں سے ایک انتہائی متبرک سرزمین پر جہاں خود اعلی حضرت آرام فرما ہیں، عرس رضوی کے مبارک موقع پر وصول ہوا۔

جریدہ کا نام خود اپنی کامیابی کی ضمانت تو ہے ہی، ساتھ ساتھ رضوی کشش کا حامل بھی ہے۔ مشمولات میں تنقید و احتساب کے عنوان سے جو مضامین شائع ہوئے ہیں دراصل قندیل راہ ہیں۔ تخلیق کاروں نے بہت ہی خوبصورت اور کسی قدر چبھتے ہوئے انداز میں معاندین کو روشنی دکھا کر صحیح راہ پر لانے کی کوشش کی ہے۔

اداریہ بھی دراصل تنقید و احتساب کا ہی ایک جز نظر آتا ہے مگر اس کی چاشنی کچھ اور ہے۔ رسالہ کے اندر مرکزیت کا درجہ رکھتا ہے۔ اداریہ کو پڑھ کر برملا کہا جائے ع

کہتے ہیں کہ۔۔(امجد)۔۔کا ہے انداز بیاں اور

گرونانک کے متعلق مشہور ہے کہ مسلمان بزرگ کا شاگرد تھا اس

نے حج کے سفر کے اسباب بھی حاصل کر لیے تھے۔ مگر کعبہ شریف پر نظر پڑتے ہی اسکی کفریت غالب ہوگئی اور وہ واپس ہو گیا۔ تجلیات کے عنوان سے جو صفحہ استعمال ہو، اس صفحہ پر کسی اور کلام کو اگر جگہ دینی ہی پڑے تو اسی خانوادے کا ہی کلام جگہ پائے تو اچھا لگتا ہے۔ گوشہ تاج الشریعہ، جریدہ کو حسین بنانے کا ایک ذھین عمل ہے۔ مطالعہ رضویات میں امتیازات احمد رضا کے عنوان سے جو مضمون شائع ھوا ہے بہت خوب ہے۔ تنقید و تعمیر کے عنوان کو مزید بڑھا وادے کر عام لوگوں میں ایک اصلاح کی مہم چلائی جا سکتی ھے۔ رسالہ کے عنوانات زیادہ تر تنقیدات پر مبنی ہیں۔ خدمت خلق کو ذہن میں رکھ کر اگر اصلاحیات (جن میں وہ مضامین ہوں جن سے ان غیر شرعی رسموں کی اصلاح ہو سکے جن سے قوم دوچار ہے)، یا پھر معلومات (جن میں روزمرہ دینی مسائل ہوں یا اسلامیات کے تعلق سے کچھ سائنسی تحقیقات وغیرہ ہوں) جیسے موضوعات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ ہم اپنی جانب سے اس عظیم کاوش کے لیے الرضا کے پورے عملہ کو اپنی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کے لیے بس اتنا کہہ سکتے ھیں

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

□□□

Operation Successful

Dr. Mustafa Raza Rabbani
Assistant Professor-Finance
Saudi Electronic University Dammam,
Saudi Arabia

I was waiting since very long for someone to critically examine the editorial of monthly magazine “Jaam-e-Noor”. The waiting became almost unbearable. Today I got an opportunity to read the “AR-Raza” and the first thing which came into my mind was ‘Operation Successful’. Undoubtedly the contents of “AR-Raza” is very intelligently designed and every section the student community is going to benefit from it. Be it Madrasa student or students studying in university and colleges. It will not only enhance and enlighten their knowledge but also it will encourage them to understand, speak and follow the path of truth. I discussed with my University colleagues here in Dammam (Saudi Arabia) about the “AR-Raza” every one of them were so happy and were congratulating the team of “AR-Raza” especially Dr. Amjad Raza Amjad. Indeed it’s a commendable effort and it approves that Dr. Sahab is very much experienced in doing successful operations. From here, the holy place of Saudi Arabia I pray to the Almighty for the success of “AR-Raza” and also for the peace, prosperity and happiness of everyone associated with “AR-Raza”.

ترجمہ:

آپریشن کامیاب!!

● ڈاکٹر مصطفیٰ رضا ربانی
اسسٹنٹ پروفیسر فائنانس سعودی الیکٹرونک یونیورسیٹی، دمام سعودیہ عربیہ

"بہت دنوں سے انتظار تھا کہ "جام نور" کے اداریوں کا آپریشن کیا جائے مگر آنکھیں پتھرا گئیں تھیں انتظار کرتے کرتے۔ آج جب کہ "الرضا" کے مطالعہ کا شرف ہوا تو بے اختیار میرے زبان سے "نکلا آپریشن سکسیس فل" بلا شبہ "الرضا" جن کالموں پر مشتمل منظر عام پہ آیا ہے اس میں مدارس سے لے کر یونیورسیٹیز تک کے طلبہ کے حوصلوں کو مہمیز کیا ہے اور انہیں حق سمجھنے کے ساتھ حق بولنے کا جذبہ فراہم کیا ہے۔ میں نے یہاں دمام یونیورسیٹی میں اپنے احباب سے اس کا تذکرہ کیا سب محظوظ ہوئے اور سبھوں نے "الرضا" کی ساری ٹیم کو مبارکباد پیش کیا۔ بلا شبہ ڈاکٹر صاحب کامیاب آپریشن کرنے میں ماہر نظر آتے ہیں۔ میں دمام کی پاکیزہ فضاؤں میں دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ "الرضا" کو استحکام عطا فرمائے اور "الرضا" کے وابستگان کو دونوں جہاں میں خیر عطا فرمائے۔"

□□□

تحقیقات اسلامی

● مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی*

محمد بن اسحاق بن یسار جلیل القدر تابعی

ثقہ وصدوق ہیں اور ان کی روایات احکام وسنن میں بھی صحیح اور حسن ہیں

عرس رضوی میں رسالہ الرضا کے پہلے شمارہ کے لانے کا کچھ ایسا جنون رہا کہ مشمولات پہ ذمہ داروں کی ناقدانہ توجہ کامل طور پر نہیں ہو پائی. نتیجہ کے طور پر ایک ایسا مضمون شامل اشاعت ہوگیا جس کا کوئی جواز الرضا میں کیا کسی سنی رسالہ میں نہیں بنتا۔ وہ مضمون "محمد بن اسحٰق بن یسار" کے ضعیف ترین راوی ہونے کے حوالہ سے تھا. اشاعت کے بعد جماعت کے بڑوں نے مخلصانہ مواخذہ کیا اور تنبیہ کی. جس پر ہم نے سر تسلیم خم کر دیا. انہیں تنبیہ کرنے والوں میں حضرت محدث کبیر اور حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی (بانی امام احمد رضا اکیڈمی. صالح نگر بریلی شریف) بھی تھے. اس تنبیہ پہ شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا حنیف صاحب قبلہ سے اس عنوان پر ایک چشم کشا مقالہ لکھ دینے کی گزارش کی گئی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ ذیل میں قارئین وہ مقالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے یقینا شرح صدر ہو جائے گا کہ حضرت "محمد بن اسحٰق بن یسار" معتمد ترین راوی ہیں۔ ادارہ الرضا پہلے شمارہ کے اس مضمون کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اس شمارہ میں شامل اس مقالہ کو اپنا موقف سمجھتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے یہ اعلان کرتا ہے کسی بھی مسئلہ میں ادارہ کا اپنا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے اگر اس کے خلاف کبھی عدم توجہی یا بے خیالی میں کوئی تحریر شائع ہو بھی جائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔　　ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

أما بعد

گزشتہ شمارے میں ''محمد بن اسحاق بن یسار احکام وسنن میں ضعیف ترین راوی ہے'' کے عنوان سے ایک مضمون صفحہ ۱۲ر تا ۱۸ر پر شائع ہوا ہے، اس مضمون کو سپرد قرطاس کرنے والے کوئی ''ابواسامہ ظفر القادری بکھروی'' ہیں، راقم الحروف ان سے واقف نہیں اور نہ ہی مدیر اعلیٰ نے ان کی کوئی نشاندہی فرمائی، بہر حال کے باشد، وہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ''محمد بن اسحاق بن یسار'' نامی ایک راوی حدیث ہیں جو ضعیف ترین ہیں ،ان کی روایت سے احکام وسنن میں استدلال درست نہیں ، لہٰذا غیر مقلدین پر انہوں نے ان کے ضعف کی وجہ سے حجت قائم کی ہے کہ پھر تم طلاق ثلاثہ اور قراءت خلف الامام میں ان کی روایت پر کیوں بنیاد رکھتے ہو، یعنی تمہارے وہ دونوں قول بے بنیاد اور غلط ہیں۔

ہوسکتا ہے بکھروی صاحب کی یہ نیک نیتی ہی ان کو اس درجہ مجبور کر چکی ہو کہ وہ اپنے اسلاف کی تحقیقات کو بھلا بیٹھے ہوں ، یا پھر ان کو اس دشت کی سیاحی میں ابھی کوئی تجربہ نہ ہوا ہو اور اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اہل سنت کے نادان دوست بن کر دانا دشمن کے ہاتھ میں ہتھیار تھما بیٹھے۔ حالانکہ لا مذہب غیر مقلدین زمانہ پر الزام قائم کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ محدثین خود فیصلہ فرما گئے ہیں کہ ہمارا کام الفاظ حدیث کو جمع کرنا تھا وہ ہم نے کر دیا، باقی رہا مسائل کا استنباط تو یہ فقہا کی ذمہ داری ہے، لہٰذا فقہا نے اپنے ذمہ داری کو بخوبی نبایا اور استنباط مسائل کے ذریعہ امت مسلمہ کے لیے عمل کی راہیں ہموار کر دیں، ان کے اجتہادات کی روشنی میں کتب مذہب تحریر کر دی گئیں، مذاہب مقرر ہو گئے، اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ کی تقلید پر اجماع ہوگیا۔ اب غیر مقلدیت گمراہی اور گمراہ گری ہے کہ اجماع سلف وخلف کے خلاف راہ اختیار کرنا جہنم کا راستہ ہے، اور اپنے آپ کو سلفی کہلانا بھی لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنا ہے کہ سلف وخلف ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کے قائل اور اس پر عامل رہے، اور ان خود ساختہ سلفیوں نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ ان سے انحراف کیا۔

بکھروی صاحب کا کہنا ہے کہ ہم نے غیر جانب دارانہ تحقیق پیش کر دی ہے جو کہ حق قبول کرنے والوں کے لیے کافی ہے'' (دو ماہی الرضا: ص ۱۲)

حالانکہ بکھروی صاحب نے جلیل القدر تابعی امام المغازی حضرت محمد بن اسحاق بن یسار مدنی کو مطعون کرنے کے لیے بکھرے ہوئے جن کانٹوں کو جمع کیا ہے وہ خود ان کے لیے نیزے اور خنجر سے کم نہیں۔ قارئین ان کا مضمون شروع سے آخر تک پڑھیں، پچاس کے قریب حوالے دے کر وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے، متروک ہے، ضعیف ترین ہے، دجال ہے، کذاب ہے، مکار ہے۔ ساقط الاعتبار ہے۔

* جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ان کے علاوہ اور بھی مطاعن انہوں نے نقل کیے ہیں مگر مذکورہ بالا مطاعن بکھروی صاحب کے بکھرے ہوئے جملوں میں ہیں جن پر ان کو اعتماد کلی ہے۔ مگر جب فیصلہ سنایا ہے تو یوں فرمایا ہے: ہم اہل سنت وجماعت جہاں ابن اسحاق کو قبول کرتے ہیں تو وہ صرف فضائل ومناقب، تاریخ یا سیرت وغیرہا میں۔ رہا احکام وسنن میں تو یہ ہمارے ہاں اس میں مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، وما توفیقی الا باللہ العظیم۔ (گزشتہ شمارہ، ص ۱۸)

بکھروی صاحب نے اس دعا پر اپنی بات ختم کر دی ہے اور پوری جماعت اہل سنت کی وکالت وترجمانی کر کے جلیل القدر تابعی محمد بن اسحاق کے بارے میں فیصلہ سنا دیا ہے۔ کاش بکھروی صاحب اپنے آپے میں رہتے اور اتنا نہ بکھرتے تو ان کے حق میں بہتر ہی ہوتا، سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایسے ہی مواقع کے لیے فرمایا ہے: "جہل بھی بری بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے"۔

اب جب کہ بکھروی صاحب ایسی بلا میں گرفتار ہیں جو لا دوا ہے تو پھر ان کا علاج کون کرے اور کیسے کرے؟، ان حضرت کو یہ نہیں معلوم کہ راوی کا ضعف ترقی کرتا ہوا جب صریح کذب تک پہنچ جاتا ہے اور وہ راوی مکار، دجال اور پھر کذاب ثابت ہو جاتا ہے تو اس کی روایت نہ فضائل میں کام آتی ہے نہ تاریخ وسیر میں، بلکہ اس کی حدیث تو نام کو بھی حدیث نہیں رہتی بلکہ موضوع اور محض جعلی ہوتی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھر درجۂ ہفتم میں مرتبۂ مطروح کا ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں۔ وللہ الحمد والمنۃ۔ (فتاویٰ رضویہ جدید: جلد ۵، ص ۴۴۰)

بکھروی صاحب کا حال اتنا پراگندہ اور بکھرا ہوا ہے کہ جلیل القدر تابعی مدنی پر یہ سب کچھ ایسی فراخ دلی سے نقل کر ڈالا کہ کوئی حاطب اللیل بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتا تھا، پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ یہی اہل سنت کا مسلک ہے، یعنی بکھروی صاحب کی جمع کردہ پونجی ہی محمد بن اسحاق کے بارے میں مدار سنیت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

بکھروی صاحب نے اپنے مضمون میں امام المغازی محمد بن اسحاق پر جو کچھ مطاعن نقل فرمائے ہیں ان کی حیثیت کیا ہے، یہ سب کچھ تو سیدنا اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم قدس سرہما کی تحریروں سے ابھی واضح ہو جائے گا اور سچا مذہب اہل سنت وجماعت بھی سامنے آ جائے گا جس کو مسلک اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، پہلے قارئین یہ ملاحظہ کریں کہ بکھروی صاحب بتانا کیا چاہتے ہیں اور مجموعی طور پر اس کی حقیقت کیا ہے۔

بکھروی صاحب نے اپنے طور پر جو کچھ فیصلہ فرمایا ہے اس کی حقیقت تو سامنے آ گئی کہ وہ ہرگز نہ ہم اہل سنت کا موقف اور نہ مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ بکھروی صاحب مطاعن ابن اسحاق کے سلسلہ میں جب حوالے نقل کرنے پر آئے ہیں تو پھر یکے بعد دیگرے آپ نے یہ تعداد ۴۷ تک پہنچا دی ہے تاکہ قارئین اس کثرت مطالعہ پر بکھروی صاحب کو داد دیے بغیر نہ رہ سکیں اور ان کے فیصلے کو حرف آخر جانتے ہوئے اسی جہل مرکب میں گرفتار ہو جائیں جس لا علاج مرض میں آں جناب مبتلا ہیں۔ الاماں والحفیظ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ فن اسماء الرجال میں راویان حدیث کے سلسلہ میں جرح وتعدیل کا باب اتنا وسیع ہے کہ ہما وشما کی کیا گنتی، بڑے بڑے فضلائے روزگار بھی بسا اوقات حیران وششدر رہ جاتے ہیں، کہ کیا کچھ فیصلہ کیا جائے۔

آج کا دور گزشتہ ادوار کے مقابلے میں ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے تو ہر ایک کو یہ فکر لاحق ہے کہ ہم بھی اپنی فکر ونظر کو آگے بڑھائیں اور اپنی تحقیقات عالیہ پیش کر کے ترقی یافتہ لوگوں کی صف میں جا کھڑے ہوں۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

مادی ترقیوں کے دور میں ہرگز یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہمارے اسلاف کی تحقیقات اب از سر نو تحقیق کی طالب ہیں، ایں خیال است ومحال است وجنون۔ آج کل حوالوں کی کثرت اور تخاریج کی بھرمار نے لوگوں کو اس منزل پر لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ اب نہ تو مضمون نگار اپنے اسلاف کے افکار ونظریات کا پابند رہتا ہے اور نہ ہی اس کا فیصلہ اکابرین امت کے مطابق ہوتا ہے، یہی سب کچھ بکھروی صاحب کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

بات دور جا پہنچی، بتانا یہ ہے کہ بکھروی صاحب کے بکھرے ہوئے حوالوں کو سمیٹا جائے تو جن محدثین نے ان پر جرح کی ان کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے:

- امام مالک، ابوحفص فلاس، سلیمان تیمی، ہشام بن عروہ اور وہیب نے محمد ابن اسحاق کو کذاب کہا۔
- یحییٰ بن معین، دارقطنی، ابن حجر، عبداللہ بن امام احمد، نے ان کی

''۔۔۔۔بکھروی صاحب کی تحریر نے فقط حنفیہ پر عنایت نہ کی بلکہ صحاح ستہ پر بھی، کہ محمد بن اسحاق سے ان سب میں روایات واحادیث ہیں۔صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداً امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کو صحیح کہا۔ابوداود نے ان پر سکوت کیا۔اورخود یہ حدیث کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ مسجد پر ہوتی تھی اسے بھی ابوداود نے روایت کرکے سکوت فرمایا۔اور وہ اس کتاب میں اُسی حدیث پر سکوت کرتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح یاحسن ہو۔اکابر ائمہ وعلما مثل امام عبدالعظیم منذری، وامام ابوعمر وابن الصلاح، وامام اجل ابوزکریا نووی، وامام جمال الدین زیلعی، وامام علاء الدین ترکمانی، وامام محقق علی الاطلاق، وامام ابن امیر الحاج، وعلامہ ابراہیم حلبی نے اس کی تصر تحسیں فرمائیں۔۔۔۔''

روایت کوقابل احتجاج نہیں مانا۔

- ابن ابی حاتم، امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی، ابوالفرج نے ضعیف کہا۔
امام نسائی، یحییٰ بن معین، نے لیس بالقوی کہا۔

ان کے علاوہ کسی نے متروک اور کسی نے حافظہ میں خرابی اور بعض نے وہی اقوال نقل کر دیے ہیں جو پہلے گزرے، اور بکھروی صاحب نے حوالوں کی تعداد بڑھانے لے لیے ان سب کو آنکھیں بند کر کے نقل کرلیا، حیرت اس بات پر ہے کہ اگر اسی طرح راویان حدیث پر مطاعن نقل کرنے کی روش ہی مسلک اہل سنت کی ترجمانی ہے تو واضح رہے کہ یہ جہل مرکب ہے جس کی دوا ہمارے پاس نہیں، ہاں اگر بکھروی صاحب بکھریں نہیں اور بپھریں بھی نہیں تو ان کا علاج سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم کی تحریروں میں ہے، ہم یہاں ان تحریروں کی تلخیص نہایت اختصار کے ساتھ پیش کررہے ہیں، تفصیل کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اذان ثانی کے موضوع پر ایک معرکۃ الآرا کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے "شمائم العنبر فی أدب النداء أمام المنبر" اس میں سنن ابوداؤد کی حدیث بطور استدلال پیش فرمائی ہے جس کے راویوں میں محمد بن اسحاق بھی ہیں اور امام زہری سے روایت کرتے ہیں۔اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں:

ہذا حدیث حسن صحیح، محمدبن إسحاق ثقةصدوق إمام، قال شعبةوأبو زرعةوالذهبي وابن حجر صدوق ۔ وقال الإمام ابن المبارک :إنا وجدناه صدوقا، إنا وجدناه صدوقا، إنا وجدناه صدوقا۔ تلمذ له ائمةأجلاء کابن المبارک وشعبة وسفيان الثوری وابن عيينة۔ والاما م أبي يوسف وأكثر عنه في كتاب الخراج له۔

وقال أبو زرعة الدمشقي أجمع الكبراء من أهل العلم على الأخذ عنه قال: وقد اختبره أہل الحديث فرؤا صدوقاً وخيراً۔ وقال ابن عدی: لم يتخلف فی الرواية عنه الثقات والائمة ولا بأس به، وقال علي بن المديني: مارأيت أحداً يتّهم ابن اسحاق وقال سفيان ا ـ بن عيينة جالست ابن اسحاق منذ بضع سنين وسبعين سنة وما يتهمة أحد من أهل المدينة ولا يقول فيه شيئاً۔

وقال أبو معاوية كان إسحاق من أحفظ الناس۔ وقال الإمام الليث بن سعد: لا أثبت في يزيد بن أبي حبيب من محمد بن إسحاق۔

قلت: ويزيد هذا كما قال ابن يونس روى عنه الأكابر من أهل مصر۔

---

(۱) وبه ظهر كذب من زعم الاٰن أن قد جرحه سفيان بن عيينة، حاشاه بل قد تلمذ وذب عنه وقال: رأيت الزهری قال لمحمد بن اسحاق: أين كنت؟ فقال هل يصل اليک أحد فدعا حاجبه وقال: لا تحجبه، وقال أيضا: قال ابن شهاب: وسئل عن مغازيه فقال: هذا أعلم الناس بها، وقال ابن المديني: قلت لسفيان: كان ابن اسحاق جالس فاطمة بنت منذر، فقال أخبرني ابن اسحاق أنها حدثته وأنه دخل عليها، وقال ابن عيينة أيضاً سمعت شعبة يقول: محمد بن إسحاق أمير المومنين في الحديث۔ فهذا ما جرحه به سفيان نعم! ذكر أن الناس اتهموه بالقدر ولو كان هذا جرحاً فما أكثر المجروحين في الصحيحين، ألا ترىٰ أنه كان يسمع هذا ثم لا يترک مجالسة ابن اسحاق ولا الأخذ منه، هل ليس منه ما يدل علىٰ تصديقه الناس في هذا، فكم من تهمة لا أصل لها، وسيأتيک كلام ابن منير۔ ۱۲ منه

قلت: كعمرو بن الحارث، وحيوة بن شريح، وسعيد بن أبي أيوب، والليث بن سعد نفسه، كلهم ثقات أثبات أجلاء، ويحيىٰ بن أيوب الغافقی صدوق۔ خمستهم من رجال الشيخين، وعبد الله بن لهيعة صدوق، حسن الحديث علىٰ ما استقر الأمر عليه، وعبد الله بن عياش كلاهما من رجال مسلم، ومن غيرهم سليمان التيمي والبصري وزيد بن أبي أنيسة ثقتان من رجال الصحيحين، وعبد الحميد بن جعفر المدني الصدوق من رجال مسلم وآخرون كثيرون۔ ففي هذا تفضيل لابن اسحاق عليهم جميعاً۔

وقال الإمام شعبة:

لو كان لي سلطان لأمرت ابن اسحاق على المحدثين، وقال أيضاً محمد ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث۔ وفي رواية عنه قيل له: لم؟ قال: لحفظه، وفی أخرىٰ لو سود أحد فی الحديث لسود محمد بن اسحاق، وقال علي بن المديني: مدار حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم علىٰ ستة، فذكرهم ثم قال: فصار علم الستة عند اثني عشر، فذكر ابن اسحاق فيهم۔

وقال الإمام الزهري :لایزال بالمدینة علم جم ماکان فیها ابن إسحاق ، وقد كان یلتف المغا زي من ابن إسحا ق مع أنه شیخه وشیخ الدنیا ف الحدیث ، وقال شیخه الآخر عاصم بن عمر بن قتادة:لایزال في الناس علم مابقي ابن اسحا ق۔

وقال عبد اللہ بن فائد: کنا نجلس اللیل ابن اسحا ق فاذا أخذ في فن من العلم ذهب المجلس بذلک الفن۔

وقال ابن حبان:لم یکن أخذ بالمدینة یقارب ابن اسحا ق في علمه ولا یوازیه في جمعه وهو من أحسن الناس سیا تاً للأخبار۔

وقال أبو یعلیٰ الخلیلي: محمد بن اسحا ق عالم کبیر وا سع الروایة والعلم، ثقة۔ وکذلک قال یحییٰ بن معین ویحییٰ بن یحییٰ وعلی بن عبد اللہ (هو ابن المدیني شیخ البخا ري) وأحمد العجلي ومحمد بن سعد وغیرهم أن محمد بن اسحا ق ثقة۔

وقال ابن البرتي: لم أر أهل الحدیث یختلفون في ثقته وحسن حدیثه ، وقال الحاکم عن البو شیخي شیخ البخا ري هو عندنا ثقة، ثقة۔

وقال المحقق في فتح القدیر :أما ابن اسحا ق فثقة ثقة لا شبهة عندنا في ذلک ولا عند محققي المحدثین۔

وقال أیضاً توثیق محمد بن اسحا ق هو الحق الأبلج، وما نقل عن کلام مالک فیه لا یثبت، ولو صح لم یقبله أهل العلم الخ۔

وقد أطال الامام البخا ري في توثیقه في "جزء القراء ة" ولم یو رده في الضعفاء له ، وأنکر صحة مایذکر فیه من کلام مالک، ونقل عن علي ما یشعر بانکار صحته ما عن هشام۔ وقد بینا وجهه في تحریر اتنا الحدیثیة وأورده ولدي المولوي مصطفیٰ رضا خاں حفظة اللہ تعالیٰ في کتابة "وقایة أهل السنة عن مکر دیوبند والفتنة " صنفه فی الرد علی وهابیة دیوبند اذخالفوني في هذه المسألة۔ (شمائم العنبر ۳۴ تا ۳۷)

سیدنا اعلیٰ حضرت نے جیسا کہ اشارہ فرمایا کہ اس موضوع سے متعلق تفصیلات ہمارے ولد عزیز مولوی مصطفی رضا خاں حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''وقایۃ اہل السنہ'' میں ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ اذان ثانی کے تعلق سے حدیث جو سنن ابوداؤد میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے، اس روایت میں محمد بن اسحاق ہیں، اس حدیث کو وہابیہ دیوبندیہ کے مولوی اشرف علی تھانوی نے اس لیے ضعیف لکھ دیا تھا کہ ابن اسحاق ہیں اور یہ ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں کذاب یا متہم بالکذب ہیں۔

تو اب قارئین حضور مفتی اعظم کی تفصیلات ملاحظہ کریں، اسی سے اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کی وضاحت بھی ہو جائے گی جو ابھی ہم نے نقل کی ہے، واضح رہے کہ ہم یہاں بھی نہایت اختصار سے لکھیں گے، ورنہ حضرت نے تو محمد بن اسحاق کی توثیق میں ہر گوشہ پر نہایت محققانہ گفتگو فرما ئی ہے اور تحقیق اپنی نہایت کو پہنچا دی ہے۔ آغاز اس طرح فرمایا:

پیارے بھائیو! اذان تو بالائے طاق رہی، وہ زہریلی تحریر یہ خفیہ پیچ چلی ہے کہ سنیوں کا حنفی مذہب، اور سنیوں کی کتب حدیث، اور سنیوں کے ائمہ اربعہ، سب کو پوچ لچر وگمراہ ونامعتبر ثابت کرے۔

جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن اسحاق کی توثیق وتعدیل ائمہ فن کی نظر میں

توثیق نمبر (۱)

سب سے پہلے جان توڑ کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک جلیل عالم تابعی امام المغازی محمد بن اسحاق کو کذاب یا کم از کم متہم بالکذب ثابت کرے۔

سنی حنفی بھائیو! آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے امام مذہب تین ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، اور ان کے دونوں مصاحب امام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ محمد بن اسحاق آپ کے امام اعظم کے ہم استاذ اور امام ابو یوسف کے استاذ اور امام محمد کے استاذ الاستاذ ہیں۔ یوں ہی امام المحدثین امام الفقہا امام الاولیا عبداللہ بن مبارک شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی ابن اسحاق کی شاگردی کی۔ امام ابو یوسف نے اپنی کتب میں بہت حدیثیں ان سے روایت فرمائیں۔

کتاب الخراج مطبع مصر صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں: ص ۵ ((حدثنی محمد بن إسحٰق ثنی عبیداللہ بن المغیرہ)) ص ۶ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن عبدالسلام عن الزہری)) ص ۱۱ ((حدثنا محمد بن إسحٰق عن یزید بن یزید عن جابر)) ص ۱۱ ((اخبرنی محمد بن إسحٰق عن ابی جعفر)) ص ۱۱ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزہری)) ص ۱۲ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزہری)) ص ۱۵ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزہری))

یہ پہلے ہی جز میں ابن اسحٰق سے سات حدیثیں روایت فرمائیں، اور سب اجزا کا تتبع کیجیے تو خدا جانے کس قدر ہوں۔

توثیق نمبر (۲)

حنفیہ کے محدث اجل واکبر امام ابوجعفر طحاوی کہ تیسری صدی میں تھے، اور جب سے آج تک ایسا جامع امام حدیث وفقہ شاذ ونادر ہی ہوا۔ محمد بن اسحاق کی حدیثوں سے احتجاج فرماتے ہیں، اور ''کتاب الحجۃ'' ج ۲ ص ۱۹۰ میں ان سے حدیث روایت کر کے فرمایا:

''ہذا حدیث متصل الاسناد صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد متصل ہے۔

توثیق نمبر (۳)

مذہب حنفی کے رکن جلیل القدر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:

"أماابن اسحٰق فثقة ثقة، لاشبهة عندنا في ذلک ولا عند محققي المحدثين"

[فتح القدير لابن الهمام: باب صلاة الوتر، ۱/۴۲۴]

ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمارے نزدیک کوئی شبہ ہے نہ محققین محدثین کے نزدیک۔

ص ۹۲ میں فرماتے ہیں: "توثيق ابن اسحٰق ہو الحق الأبلج، وما نقل عن كلام مالک فيه لا يثبت، ولو صح لم يقبله أہل العلم، كيف وقد قال شعبة فيه: ہو أمير المؤمنين في الحديث" [فتح القدير لابن الهمام، فصل يستحب الأسفار بالفجر، ۱/۲۲۸]

ابن اسحاق کو ثقہ ماننا ہی نہایت روشن حق ہے، اور امام مالک سے جو ان پر طعن منقول ہوا وہ نقل ثابت نہیں، اور اگر صحیح بھی فرض کرلیں تو اہل علم نے وہ طعن قبول نہ کیا، اور کیوں کر قبول ہو حالاں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

بالجملہ ائمۂ حنفیہ کا ان کے قبول پر اجماع ہے، تو انہیں کذاب ومتہم ٹھہرانے میں یہ پیچ ہے کہ حنفیہ کے ائمۂ مذہب جھوٹے کذابوں کی شاگردی کرتے، اور ایسوں کی حدیثیں اپنی کتابوں میں بھرتے، اور ان کو ثقہ اور دین خدا میں معتمد بتاتے ہیں، تاکہ دیوبندیوں کے عینی بھائی غیر مقلدوں کا اعتراض حنفیہ پر چست ہو کہ حنفیوں کی حدیثیں ایسی کھوٹی ہیں، اور ان کے محدث ایسے جھوٹے۔

توثیق نمبر (۴)

بکھروی صاحب کی تحریر نے فقط حنفیہ پر عنایت نہ کی بلکہ صحاح ستہ پر بھی، کہ محمد بن اسحاق سے ان سب میں روایات واحادیث ہیں۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداً امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کو صحیح کہا۔ ابوداود نے ان پر سکوت کیا۔ اور خود یہ حدیث کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ مسجد پر ہوتی تھی اسے بھی ابوداود نے روایت کرکے سکوت فرمایا۔ اور وہ اس کتاب میں اُسی حدیث پر سکوت کرتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ اکابر ائمہ وعلما مثل امام عبدالعظیم منذری، وامام ابوعمر وابن الصلاح، وامام اجل ابوزکریا نووی، وامام جمال الدین زیلعی، وامام علاء الدین ترکمانی، وامام محقق علی الاطلاق، وامام ابن امیر الحاج، وعلامہ ابراہیم حلبی نے اس کی تصریح تحسین فرمائیں۔

بکھروی صاحب نے تو امام ابوداؤد سے ابن اسحاق کا قدری ومعتزلی ہونا لکھا تھا، پھر یہ ابوداؤد بلکہ صحاح ستہ کے تمام ائمہ نے ان سے حدیث کیوں روایت فرمائی؟۔ معلوم ہوا کہ امام ابوداؤد کی طرف یہ قول غلط منسوب ہے۔

توثیق نمبر (۵)

دیوبندی تحریر نے جتنے طعن محمد بن اسحاق پر نقل کیے یا تو وہ سرے سے طعن ہی نہیں۔ یا قائل سے ثابت نہیں۔ یا قائل نے خود ان سے رجوع کیا۔ یا وہ طعن مبہم غیر مفسر ہے۔ مطاعن ابن اسحاق میں جتنے ورق اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ان چار وجوہ سے خالی نہیں جسے ہم بعونہ تعالیٰ حصہ دوم میں کھول کر دکھادیں گے۔ پہلی تین قسمیں تو کسی عاقل کے نزدیک طعن نہیں ہوسکتیں۔ اور تمام ائمہ حنفیہ کا اجماع اور جمہور اکابر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ چوتھی قسم بھی زنہار مقبول ومسموع نہیں، خصوصاً امثال محمد بن اسحاق میں جن کو جماہیر ائمۂ حدیث وجمیع ائمہ حنفیہ نے مقبول ومستند وثقہ ومعتمد مانا ہے۔

توثیق (۶۔۷)

"محمد بن إسحاق المدنى أحد الائمة الأعلام رأى أنساً" "قال أحمد بن حنبل ہو حسن الحديث"

[ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/۳۴۴]

توثیق (۸۔۲۴)

"قال ابن معين: ثقة وليس بحجة"۔ "قال على بن المديني: حديث ابن إسحاق عندى صحيح"۔ "قال يحيٰ بن كثير وغيره: سمعنا شعبة يقول: ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث"۔ "وقال شعبة أيضاً: ہو صدوق"۔ "قال محمد بن عبدالله بن نمير: رمي بالقدر وكان أبعد الناس منه"۔ "قال ابن المديني: لم أجد له سوى حديثيں منكرين"۔ "قال على: سمعت ابن عيينة يقول: ما سمعت أحداً يتكلم فى ابن اسحاق الا في قوله: في القدر"۔ "لم يذكر ابن اسحاق أبو عبدالله البخارى فى كتاب الضعفاء له"۔ "روى عباس عن ابن معين قال الليث بن سعد: لا اثبت في يزيد بن أبي حبيب من محمد بن إسحاق"۔ "قال ابوزرعة: سألت يحيیٰ بن معين عن ابن إسحٰق أہو حجة؟۔ قال: ہو صدوق، الحجة عبيدالله بن عمر الخ"۔ "ابوجعفر النفيلي حدثني عبدالله بن فائد قال: كنا نجلس إلى ابن إسحاق، فإذا أخذ في فن من العلم ذہب المجلس بذلک الفن"۔ "قال يزيد بن ہرون: سمعت شعبة يقول: لو كان لى سلطان لأمّرت ابن اسحٰق على المحدثين"۔ "ابن المبارک عن ابن اسحٰق (فذكر بسنده عن سہل بن حنيف رضى الله تعالیٰ عنه) (فذكر الحديث ثم قال:) فہذا حكم تفرد به محمد، قال الترمذى ہذا حديث صحيح لانعرفه الا من حديث ابن إسحاق"۔ "قال ابن عدي: لم يتخلف في الرواية عنه الثقات والائمة وہو لا بأس به"۔ "قال يعقوب بن شيبة:

سألت ابن المديني عن ابن إسحق قال: حديثه عندي صحيح، قلت: وكلام مالك فيه؟، قال: مالك لم يجالسه ولم يعرفه"۔ "قال أحمد بن عبدالله العجلي: ابن إسحاق ثقة"

[میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۲]

محمد بن اسحاق مدنی مشاہیر ائمہ سے ایک ہیں، انھوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔ امام یحیٰ بن معین استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق ثقہ ہیں، ہاں! اس پائے کے نہیں جن کو محدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں۔ امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ (یہ ابن المدینی وہ ہیں جن کو امام بخاری فرمایا کرتے کہ میں سوا ان کے کسی کے پاس اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھتا، یعنی ان کے علم سے مجھے اپنا علم کم نظر آتا)۔

بکھروی صاحب نے نمبر ۴/اور ۳۹/ پر یحیٰی بن معین، نمبر ۱۳/ پر امام احمد بن حنبل، اور ۴۰/ پر علی بن مدینی کے اقوال نقل کر کے جرحیں نقل کی تھیں، بکھروی صاحب نے میزان ملاحظہ نہیں فرمائی ورنہ اس بے اعتدالی کے شکار نہ ہوتے۔ نمبر ۴۴/ پر جو کچھ ہے وہ سب امام احمد بن حنبل سے امام ممنذری اور سخاوی نے نقل کیا تھا، وہ بھی اسی سے رد ہو گیا۔

یحیٰ بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں: امام شعبہ کو کہتے سنا کہ ابن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ یہ امام شعبہ وہ ہیں جن کو امام بخاری "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہتے۔ اور یہ ابن اسحاق کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے۔ نیز امام شعبہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت راست گو ہیں۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں: بعض نے ابن اسحاق پر مذہب قدر کی تہمت رکھی حالانکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور تھے۔ یعنی امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں، اور وہ دو حدیثیں بھی بیان کر دیں جن میں یہ اذان جمعہ کی حدیث نہیں، تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ صحیح و محفوظ ہے۔ اور وہ کون سا ہے کہ ہزار ہا حدیثیں ابن اسحاق کی طرح روایت کرے اور ان میں دو ایک بھی غیر محفوظ نہ ہوں۔ ائمہ نے امام مالک و بخاری کی بعض احادیث کو بھی تو غیر محفوظ بتایا ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہ سنا کہ ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن کرتا ہو سوا قول قدر کے۔ امام بخاری نے جو کتاب ضعیف راویوں کے بیان میں لکھی ان میں ابن اسحاق کو ذکر نہ فرمایا۔ عباس دوری امام ابن معین سے راوی کہ امام لیث بن سعد نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب کی احادیث میں محمد بن اسحاق سے زائد کوئی معتمد نہیں۔ یہ امام اجل لیث بن سعد خود بھی تلامذۂ یزید بن ابی حبیب سے ہیں۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں: میں نے امام یحیٰی بن معین سے پوچھا: کیا محمد بن اسحاق حجۃ ہیں؟۔ فرمایا: وہ نہایت سچے ہیں، حجت جسے کہتے ہیں: وہ عبیداللہ بن عمر وغیرہ فلاں فلاں اکابر ہیں۔ ابوجعفر نفیلی کہتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن فائد نے بیان کیا: ہم محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھتے، جب وہ علم کے کسی فن میں کلام شروع کرتے تو ساری مجلس اسی فن میں ختم ہو جاتی۔ امام شعبہ فرماتے ہیں: اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ضرور محمد بن اسحاق کو تمام محدثین پر سردار بناتا۔

امام شعبہ خود امام محدثین ہیں مگر ابن اسحاق کو نہ فقط اپنے آپ سے بلکہ تمام محدثین سے اعلیٰ جانتے ہیں۔

یعنی یہ حدیث باب احکام کی ہے، اور تنہا ابن اسحاق نے روایت کی، بایں ہمہ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے، ہمارے علم میں محمد بن اسحاق کے سوا اسے کسی نے روایت نہ کیا۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کی نسبت پوچھا، فرمایا: میرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے، میں نے کہا: "امام مالک نے جو ان میں کلام کیا ہے، فرمایا: مالک کو ان کی صحبت نہ ملی، نہ مالک نے انھیں پہچانا۔

لیجیے امام مالک کی طرف منسوب ابن اسحاق کے تعلق سے جو کچھ بیان کیا گیا تھا سب بے بنیاد نکلا۔

امام ابن عدی کہتے ہیں: ائمہ اور معتمدین ابن اسحاق سے روایت کرنے سے نہ ہٹے، اور ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں۔ امام احمد عجلی کہتے ہیں: ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں، بکھروی صاحب نے احکام و سنن میں ابن اسحاق کو ضعیف ترین کہا تھا، لیجیے یہ حدیث اور اس پہلے اذان جمعہ کی احادیث سب باب احکام ہی کی حدیثیں ہیں، ان کو ضعیف کیا کہا جاتا حسن پر بھی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ صحیح قرار دیا اور مدار بھی ابن اسحاق ہی ہیں، کوئی ان کا متابع اور شاہد بھی نہیں۔ ۴۲/ نمبر پر امام ترمذی کی طرف نسبت کر کے ابن اسحاق کے حافظہ میں خرابی بتائی گئی تھی اس کی بھی قلعی کھل گئی۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔

● مولانا ابوداؤد محمد صادق

ڈاکٹر طاہر القادری کا فتاویٰ اعلیٰ حضرت پر ایمان

"۔۔۔۔اعلیٰ حضرت: ''ایسی (مخلوط) مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے (جس میں رافضی وہابی وغیرہم رکن ہوسکتا ہے) اور اس مجلس میں شرکت حرام و بدمذہبوں سے میل جول آج ہے۔۔۔۔ایسی جگہ مال (چندہ وغیرہ) دینا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا یا عقل سے بہرہ نہیں۔ یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ۔۔۔۔مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا۔ خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین۔ دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی ﷺ نے بتائی کہ 'ان بدمذہبوں سے دور رہو۔ انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں یہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں' (مسلم شریف) (الدلائل القاہرہ از اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)۔۔۔۔۔۔"

اعلیٰ حضرت کے جو عقائد و نظریات ہیں وہی بعینہ میرے ہیں۔ میرے اور ان کے نظریات اور عقائد میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی فرق نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام فتوؤں پر میرا مکمل یقین اور ایمان ہے جو فتویٰ بھی انہوں نے دیا ہے وہ بالکل درست اور صحیح ہے۔

(طاہر القادری) (رسالہ دیدشنید صفحہ ۱۳۔ ۱۶ نومبر تا ۳۰ نومبر)

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی علمی خدمات کی عظمت و وسعت کا میں آج تک احاطہ نہیں کرسکا۔ میں ان کے خوان علمی کا ادنیٰ سا خوشہ چین ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے پوری مومنانہ بصیرت اور مجددانہ فراست سے مقام رسالت کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی۔ ان کا علمی مقام و منصب ہزاروں، لاکھوں علماء و فضلاء اور ائمہ مجتہدین میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

(اہم انٹرویو صفحہ ۱۴۔ ۱۵)

پروفیسر صاحب مذکورہ تصریحات میں اگر واقعی مخلص و صادق اور اعلیٰ حضرت کے ادنیٰ خوشہ چین ہیں تو ادھر ادھر بھٹکنے کے بجائے آئندہ صفحات میں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ پر ایمان و عمل کا اعلان کریں۔

اعلیٰ حضرت کا طاہر القادری پر فتویٰ:

طاہر القادری: ''مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ جلسہ اور اسکی دعوت کس کی طرف سے ہے۔ اہل حدیث شیعہ دیوبندی جماعت اسلامی کے احباب جو بھی دعوت دے وہ دعوت ضرور قبول کرونگا، خواہ وہ اسٹیج کسی کا ہو'' (اہم انٹرویو صفحہ ۲۵، ملخصاً)

اعلیٰ حضرت: ''یہ (مخلوط جلسہ) تمام و کمال شرع مطہر سے ضد باندھنا، مسلمانوں کو ضرر پہنچانا اور لوگوں کو صریح ضلالت کی طرف بلانا ہے اور ''عنقریب جان جائیں گے (ایسے ظالم) کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے'' (الآیۃ، پ ۱۹۔ رکوع ۱۵)

متواتر حدیثیں اور ائمہ سلف و خلف کے اقوال آئے ہیں کہ بدمذہبوں سے میل جول منع ہے اور ان سے دور رہنا واجب (چہ جائیکہ ان کے جلسوں میں رونق افروز ہو) غنیۃ الطالبین میں ہے کہ ''بدمذہبوں کے پاس جا کر ان کی تعداد نہ بڑھائے، ان کے پاس نہ بھٹکے ان پر سلام نہ کرے'' (جبکہ مخلوط جلسہ میں یہ سب قباحتیں ہیں) (فتاویٰ الحرمین صفحہ ۹۵)

ایسا شخص (جو روافض سے میل جول رکھتا ہے) ''اگر (خود) رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں، ان کا پھیرنا (لوٹانا) واجب'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۶)

اعلیٰ حضرت کا ''منہاج القرآن'' پر فتویٰ

طاہر القادری: ''ہمارے ادارے منہاج القرآن میں

''جماعت اسلامی'' کے لوگ بھی رکن بن سکتے ہیں۔ اہل حدیث، شیعہ دیوبندی بھی منہاج القرآن کے رکن ہیں۔'' (انٹرویو روزنامہ جنگ ۲۷ فروری ۱۹۸۷ء)

اعلیٰ حضرت: ''ایسی (مخلوط) مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے (جس میں رافضی وہابی وغیرہم رکن ہوسکتا ہے) اور اس مجلس میں شرکت حرام وبدمذہبوں سے میل جول آج ہے۔۔۔۔ ایسی جگہ مال (چندہ وغیرہ) دیناوہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا یا عقل سے بہرہ نہیں۔ یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ۔۔۔۔ مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا۔ خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسر ان المبین۔ دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی ﷺ نے بتائی کہ ''ان بدمذہبوں سے دور رہو۔ انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں یہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں'' (مسلم شریف) (الدلائل القاہرہ از اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

نابالغ، مجتہد ومخالف فقہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں

نابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلا اس کے اہل۔ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر رکھیں۔ یہ تو یہ، کیسے کیسے اکابر۔۔۔۔۔ مخالفت مذہب (احناف) درکنار، روایات مذہب میں ایک کو راجح بتانے کے اہل نہیں۔ جہاں فتویٰ حنفیہ مختلف نہ ہو جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو (عورت کی نصف دیت) وہاں خلاف مذہب امام (بزعم خویش) حدیث پر عمل کرنے (والے) کو کیا کچھ نہ کہیں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ''ہم مقلدوں کو قول امام کے خلاف (از خود) حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق بے ہوش یا ناحق وباطل کوش ہے۔ تو پھر آج کل جھوٹے مدعی (مجتہد) کس گنتی میں رہے۔ اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر خلاف امام کیا۔۔۔۔ مذہب سے خارج ہوجائے گا۔ بلکہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے۔ (الفضل الموہبی صفحہ ۱۳۔۱۹ بحوالہ مکتوبات شریف)

کاش پروفیسر ان اقوال مبارکہ کے آئینہ میں اپنی صورت ودعویٰ اجتہاد کی حقیقت دیکھیں کہ مسئلہ دیت وغیرہ میں ایک طرف مذہب اما اعظم رضی اللہ عنہ کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں اور دوسری طرف خواہ مخواہ حنفیت کا دعویٰ بھی کئے جاتے ہیں۔ اس دورنگی سے خدا کی پناہ ایک طرف امام ربانی وامام احمد رضا کی تقلید وپابندی اور دوسری طرف پروفیسر کی آزادی واجتہاد کا موازنہ کریں۔

منکر اجماع اعلیٰ حضرت کی نظر میں:

''غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف صرف فروعی نہیں بلکہ بکثرت اصول دین میں ہمارا ان کا اختلاف ہے۔ ہمارے اور جملہ اہل سنت کے نزدیک اصول شرع چار ہیں۔ کتاب وسنت واجماع وقیاس اور لامذہبوں نے اجماع وقیاس کو بالکل اڑادیا۔۔۔۔ وہ (بزعم خویش) سوا قرآن وحدیث کے کسی کا اتباع نہیں کرتے اور اجماع وقیاس کے سخت منکر ہیں اور ہمارے ائمہ نے اجماع وقیاس کے ماننے کو ضروریات دین سے گنا ہے۔'' (الفضل الموہبی صفحہ ۴۰) ''زمانۂ صحابہ میں اور ان کے بعد بھی جب اجماع منعقد ہوگیا تو اب جن بدمذہبوں نے خلاف کیا۔۔۔۔ ان کا قول صحابہ وتابعین اور علماء مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے۔'' (دوام العیش صفحہ ۳۴) ''اجماع صحابہ کا خارق (توڑنے والا) ضراریہ ومعتزلہ کا موافق ہے۔'' (صفحہ ۵۴) ''صحابہ وائمہ اہل سنت کو چھوڑ کر کسی اور کا دامن تھانے والوں کا منہ کالا۔'' (صفحہ ۵۴) ''جس پر صحابہ کا اجماع تابعین کا اجمالی اہل سنت کا اجماع ہے۔ اس میں مخالف مگر خارجی یا کچھ معتزلی'' (صفحہ ۱۴) ہر طبقہ وقرن کے اجماع کا مخالف سنی نہیں خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہے۔ (صفحہ ۲۸ ملخصاً) ''اجماع صحابہ ولیل قطعی ہے۔'' (دوام العیش صفحہ ۳۱) ملا علی قاری نے فرمایا علماء اسلام کا اجماع حق ہے اور اس کے خلاف باطل۔ (مرقاۃ ج۱ صفحہ ۲۰۴)

اعلیٰ حضرت کی آخری وصیت:

''پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں۔ فتنے میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے چکڑالوی ہوئے۔ الغرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔۔۔۔۔ یہ سب بھیڑیئے تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔ جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جدا ہوجاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو۔ اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔'' (وصایا شریف)

سنیو! ان اوراق میں ایک طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مختلف عنوانات کے تحت جستہ جستہ مختلف فتاویٰ اور مذکورہ ''وصایا'' ملاحظہ کرو اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت کی عقیدت کے اظہار کے ساتھ پروفیسر صاحب کی صلح کلیت کے پرچار کا بھی موازنہ کرو۔

''مفسر قرآن'' کی مہذب زبان؟

مفسر قرآن کہلانے والے پروفیسر صاحب خود تو حضرات صحابہ

وخلفاء اور ائمہ اربعہ (علیہم الرضوان) سمیت اجماع امت سے اختلاف اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن جوان سے اختلاف کر بیٹھے تو اس کے جواب میں اپنی روایتی دوغلہ پالیسی کے تحت پہلے تو اپنی بزرگی جتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میرا وطیرہ اور شیوہ۔۔۔۔۔سوائے دعا گوئی اور خاموشی کے اور کچھ نہیں'' (اہم انٹریو صفحہ ۱۱) اور پھر جو منہ میں آئے کہے چلے جاتے ہیں مثلا ''ایک اہم خط'' کے شروع میں لکھتے ہیں کہ ''کئی لوگوں نے ہمارے مشن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے لیکن میں نے ان کے ساتھ ''قالوا سلاما کا طریقہ اپنایا ہے'' (ملخصاً) حالانکہ اسی ''قالوا سلاما'' کے ضمن میں انہوں نے اپنے مخاطبین کو ''جاہلون'' قرار دے دیا ہے۔ اس لئے کہ ''جاہلوں'' کے جواب میں ہی قالو سلاما کہا جاتا ہے گویا پروفیسری مسلک سے اختلاف کرنے والے اور شرعی فتویٰ ارشاد فرمانے والے تمام علماء و بزرگان دین (جن میں خود ان کے استاذ اور استاذ الاساتذہ اور بڑی بڑی نامی گرامی شخصیات کا بھی نام آتا ہے) وہ سب کے سب پروفیسر صاحب کے نزدیک ''جاہلون'' میں داخل ہیں۔

''پروفیسری مسلک'' کی اخلاقی تربیت؟

دلیل کی بجائے قتل: ۱۹ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۳ را کتوبر ۱۹۸۷ء پروفیسر طاہر القادری کے ایک ''ادنیٰ خادم'' محمد اسلم کا مکتوب دفتر ''رضائے مصطفیٰ'' میں موصول ہوا جس میں انتباہ کیا گیا کہ ''مولوی حفیظ نیازی اور مولوی ابو داؤد محمد صادق صاحب! مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ علامہ طاہر القادری صاحب پر تنقید نہیں کریں گے وگرنہ آپ دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔''

ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' کا محاذ:

اس بات کی وضاحت ضروری ہے معاذ اللہ ''رضائے مصطفیٰ'' کا محاذ پروفیسر صاحب کے ساتھ کسی ذاتی عناد کے باعث نہیں بلکہ یہ محاذ ان کے ''فرقہ طاہریہ صلح کلیہ'' کے پراسرار و خطرناک نظریات کے خلاف ہے جس نے حق و باطل۔ مومن و منافق۔ عاشق و گستاخ۔ ناجی و ناری۔ حنفی وہابی شیعہ سنی اور دیوبندی بریلوی کا اصولی و بنیادی فرق و امتیاز ختم کر کے نہایت تقیہ بازی و دوغلہ پن سے سب کو یکساں قرار دے دیا ہے جیسا کہ اس فرقہ کی کتاب ''فرقہ پرستی کا خاتمہ'' میں لکھا ہے کہ۔۔۔۔۔

''بریلویت، دیوبندیت، اہل حدیثیت، شیعیت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔''

علاوہ ازیں اس قسم کی بکثرت عبارات میں چونکہ ایک سنی بریلوی نما صلح کلی و ہرجائی پروفیسر عشق و ادب کے علمبردار سنی بریلوی مسلک حق کا تشخص مجروح کر کے فرق باطلہ کو اپنی صلح کلیت کا تحفظ دے کر انہیں قابل قبول و بے ضرر بنانے کے لیے پیہم مصروف کار ہے۔ اس لئے اس فرقہ باطلہ صلح کلیہ کے خلاف محاذ و دیگر فرقہ باطلہ کی طرح اس کے خلاف جہاد وقت کی آواز ہے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے سنی مسلمانو
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بفضلہٖ تعالیٰ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ کی مبنی برحق ''پکی سچی'' باتوں حوالوں اور قوت استدلال کو جھٹلانا کوئی آسان کام نہیں۔ اگر کسی کو ایسا زعم ہے تو خلط مبحث کئے بغیر موضوع کے مطابق ''رضائے مصطفیٰ'' کی دلیل سے بڑھ کر بہتر و مضبوط دلیل پیش کرے تب تو بات بنے۔ مگر پروفیسر صاحب نے کتاب ''اہم انٹرویو'' میں حسب عادت اپنی بزرگی و پارسائی جتاتے ہوئے اور خود کو ناقبل تسخیر و محفوظ از تنقید ظاہر کرتے ہوئے بڑی لاپرواہی و پرغرور انداز میں کہا ہے کہ ''رضائے مصطفیٰ'' میں کوئی ایک بات بھی درست نہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت اور سچ بولنے کی توفیق دے۔ (اہم انٹرویو صفحہ ۱۱) مگر اس کے ساتھ انہوں نے کسی ایک بات کے بھی غلط اور جھوٹ ہونے کی نشاندہی نہیں کی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ بلا دلیل دعویٰ محض غلط اور جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی ایک بات بھی درست نہیں تو پھر انہوں نے ''رضائے مصطفیٰ'' کی نشاندہی پر اپنی کتاب میں ''اختیارات نبوی کی نفی'' کی غلطی کا اعتراف اور تصحیح کا وعدہ کیوں کیا ہے؟ کم از کم اپنی اس ایک غلطی کے اعتراف سے ان کا مذکورہ دعویٰ باطل اور جھوٹ ہو گیا اور ''رضائے مصطفیٰ'' کی قوت استدلال کی خوبی کا مظاہرہ ہو گیا۔

□□□

الرضا کے قلم کار حضرات متوجہ ہوں

- مضامین الرضا کے مزاج و منہاج کے مطابق ہوں۔
- زبان علمی اور سنجیدہ ہو۔
- الرضا کے کالم کے تحت مضامین لکھیں۔
- زبان علمی اور سنجیدہ استعمال کریں۔
- بازاری سطحی اور غیر سنجیدہ لہجہ قابل قبول نہیں ہوگا۔
- مسلک اعلیٰ حضرت کے موقف کے خلاف کوئی بھی تحریر نا قابل اشاعت ہوگی۔
- مضامین ارسال فرما کر تقاضا سے گریز فرمائیں۔
- ایسے عناوین پر بھی مقالے لکھیں جن سے جماعتی اتحاد کی راہ ہموار ہو۔
- اپنی تحریروں میں تصانیف رضا سے ضرور استدلال کریں تا کہ رضویات کو فروغ ملے۔

(ادارہ)

تنقید واحتساب

ماخوذ

ڈاکٹر طاہر القادری سے پوچھے گئے کچھ سوالات جواب تک تشنۂ جواب ہیں

برادران اسلام!

ادارہ منہاج القرآن کے بانی پروفیسر طاہر القادری نے (جو پاکستان عوامی تحریک کے بھی سربراہ تھے) اپنی ابتدا میں ایک حنفی سنی (بریلوی) کی حیثیت سے خود کو متعارف کروایا اور انجمن طلبہ اسلام جھنگ اور لاہور میں یوم رضا کے اجتماعات سے ان کی پہچان شروع ہوئی۔ ان کے انداز خطابت کو اہل سنت وجماعت نے اس لئے پسند کیا کہ وہ علمائے حق اہل سنت کی طرز پر تھا۔ لاہور کے الحاج میاں محمد شریف اور ان کے فرزندان جناب محمد نواز شریف اور جناب محمد شہباز شریف سے وابستگی اور ان کے تعاون سے پروفیسر طاہر نے بھی خود کو "نابغہ عصر" (زمانے کا ذہین ترین شخص) کہلانے کے لئے اسی عنوان سے اپنا تعارف نامہ خود شائع کروا کے تقسیم کیا۔ قدرے شہرت پانے کی بعد رسائل وجرائد میں انکے انٹرویوز شائع کروائے گئے جن میں پروفیسر نے کچھ ایسی واہی تباہی شروع کی کہ اہل علم نے انکی باتوں کو خطرہ کی گھنٹی محسوس کیا، انہیں اندازہ ہوا کہ یہ پروفیسر اپنی تحریر وتقریر اور ظاہر و باطن میں متضاد شخص ثابت ہورہا ہے اور کسی نئے فرقے کا موجد وموسس بن رہا ہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور حکومت میں قصاص ودیت کے قانون کی تدوین کے دنوں میں عورت کی نصف دیت کے خلاف پروفیسر طاہر نے عورت کی دیت مرد کے مساوی قرار دینے کا خود ساختہ موقف اختیار کیا اور یوں مغرب زدہ ماڈرن خواتین میں مقبولیت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت اکابر علمائے حق نے پروفیسر طاہر کی گرفت کی اور پروفیسر کے گمراہ ہونے کی حقیقت بے نقاب کی۔ پروفیسر طاہر ایک شدید متنازع شخص ہوگئے تھے۔ میاں محمد نواز شریف سے پروفیسر کے تعلقات جب کسی وجہ سے سخت کشیدہ ہوئے تو پروفیسر طاہر اپنے محسن ومربی کے خلاف انتہا پسند ہوکر خود اپنی ہی باتوں اور اپنے ہی دعوؤں کو جھٹلا کر کارزار سیاست میں کود پڑے۔ بلند بانگ دعوے کئے گئے، خود پسندی وخود ستائی اور خود نمائی کے لیے کیا کیا نہیں ہوا۔ ایسے خواب بھی گڑھے گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے پروفیسر طاہر کے سوا پاکستان کے تمام علماء سے بے زاری ظاہر کی ہے اور پاکستان میں رسول پاک نے ایک ہفتے کا قیام اس شرط پر منظور کیا کہ پروفیسر طاہر ہی رسول کریم ﷺ کی میزبانی کرے گا اور رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے لاہور آمد ورفت کا ہوائی ٹکٹ بھی پروفیسر کے ذمے ہوگا۔ (معاذ اللہ)

سیاست میں شدید ناکامی اور رسوائی کے بعد پروفیسر طاہر نے سیاست کے انتخابی طریق سے علاحدگی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔ پروفیسر کے متعصّبانہ رویۓ میں میاں نواز شریف (خود کو قادری سلسلے میں وابستہ کرنے کے باوجود) رائے ونڈ کی دیوبندی تبلیغی جامعت کے ہم نوا ہوگئے اور ادھر پروفیسر طاہر کے وہ تمام ساتھی جو ادارہ منہاج القرآن کے بنیادی ارکان تھے، ایک ایک کرکے پروفیسر سے الگ ہوگئے۔ پروفیسر سے اختلاف کرنے والے علمائے حق اہل سنت وجماعت کو حاسد، معاند اور متعصب کہا جانے لگا۔ کچھ علمائے اہلسنت نے پروفیسر سے اختلاف کے حقائق شائع کردیۓ تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اختلافات کا سبب ہرگز حسد وعداوت نہیں بلکہ احقاق حق ہے۔ اپنے سیاسی ڈراموں اور قلابازیوں کی وجہ سے پاکستان کی عدلیہ سے پروفیسر نے جو رسوائی اور ذلت کمائی وہ پاکستان کی عدالت کے ریکارڈ کا حصہ ہوچکی ہے اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے پروفیسر طاہر نہ تو اہل سنت کے نقیب رہے اور نہ ہی دوسرے فرقوں نے انہیں قبول کیا۔

پروفیسر کے بارے میں مذہب ومسلک کے حوالے سے کچھ لوگ ابھی تک حقائق سے پوری طرح آگاہ نہیں اور شاید پروفیسر کو صحیح العقیدہ سنی حنفی قادری گمان کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ علمائے اہل سنت سے گاہے گاہے استفسار کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر پروفیسر کے کچھ متشدد حامیوں نے اس سلسلے میں کچھ فتنے بھی کھڑے کیے۔ کچھ مخلص سنی احباب نے پروفیسر طاہر کے بارے میں قطعی اور صحیح حقائق کے اظہار کے لئے انفرادی طور پر یا کسی سطح پر بساط بھر خدمات انجام دیں لیکن ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ بڑی سطح پر ہر طرح اتمام حجت کے بعد حقائق کو واضح کیا جائے چنانچہ جماعت اہل سنت اوکاڑا کے ارکان کی طرف سے شائع کروائی، اس میں نجدیوں کے عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرمایا گیا ہے۔ جناب کی خدمت میں سوال یہ ہے کہ ان نجدیوں اور ان کے ہم خیال جانشینوں کے پیچھے ایک صحیح العقیدہ سنی حنیف قادری کہلانے والا شخص نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱: جس اتحاد المسلمین کے آپ داعی ہیں اس کی آپ کیا تعبیر کرتے ہیں؟ کیا اتحاد بین الکافرین والملحدین والزندیقین

والمرتدین والمسلمین کا نام اتحاد المسلمین ہوسکتا ہے؟

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ یہود ونصاریٰ کے اکہتر بہتر (۷۱۔ ۷۲) فرقے ہوں گے جو سب ناری ہیں اور حضور کی امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے جو سب جہنمی اور ناری ہوں گے سوائے ایک کے جو ماانا علیہ واصحابی کا مصداق ہوگا۔ اور آپ ''فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے'' نامی کتاب کے صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ:

فرقہ پرستی کسی خاص مسلک مکتب فکر یا کسی مخصوص عنوان کو نہیں کہتے بلکہ اس سوچ اور زاویہ نگاہ کو کہتے ہیں جو ہر دوسرے کو غیر مسلم، لادین اور کافر ومشرک بنانے سے عبارت ہو اور جس کے نتیجے میں صرف خود کو حق پر قائم تصور کیا جائے اور باقی تمام مسلمانوں کو گمراہ (انتہیٰ) کاش! کہ آپ یہ ملبسانہ تاویل کرنے سے پہلے غنیۃ شریف (غنیہ الطالبین) کا مطالعہ کر لیتے کہ گمراہ فرقوں کا کیا حکم بیان کیا گیا ہے۔

نوٹ: (۱) آپ کی بعض تقریروں اور تحریروں اور انٹرویوز سے یہ بات واضح ہے کہ آپ اپنے آپ کو ایک مسلکی نہیں مانتے تو مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں کہ آپ کا مسلک مشہور مکاتب فکر اور مسالک کے علاوہ کن کن معروف مکاتب فکر اور مسالک کا مجموعہ ہے؟ (۲) آپ نے اپنی کتاب ''فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے؟'' کے صفحہ نمبر ۸۶ کی عبارت کو تبدیل کر دیا ہے یا کہ نہیں؟ جس کے تبدیل کرنے کا آپ نے مولانا تقدس علی خان مرحوم سے وعدہ کیا تھا۔ اگر تبدیل کیا ہے تو اس کی جگہ کون سی نئی عبارت مندرج کی گئی ہے؟ (آپ کبھی بعض احباب سے روبرو یہ کہتے تھے کہ آپ کی کتب در اصل آپ کے مواعظ کا مجموعہ ہیں جنہیں دوسروں نے مرتب کیا ہے اور آپ ان کتب کے مندرجات سے متفق ومطمئن نہیں ہیں۔ کیا آپ نے ان کتب کی تصحیح کی یا ان کتب میں وہی متن طبع اول کے بعد بھی اسی طرح شائع ہو رہا ہے؟ آپ نے پرانے متن کے بارے میں کہیں تحریری طور پر بھی کبھی اعتراف کیا کہ آپ تحریروں سے متفق ومطمئن نہیں؟ آپ کے جو انٹرویوز آپ کے بقول درست شائع نہیں ہوئے، کیا آپ نے اپنے جریدہ منہاج القرآن ہی میں ان انٹرویوز کے بارے میں تصحیح کی کوشش کی؟ علاوہ ازیں آپ کے ادارے کے جریدہ میں اب تک جس قدر تحریریں ادارے کے نصب العین اور مقاصد اور اصول اور طریق کار وغیرہ کے بارے میں شائع ہوئی ہیں بالخصوص ''ادارہ منہاج القرآن کے دس سال'' کے خاص شمارے میں خصوصی مضامین کے مندرجات سے بھی آپ متفق وم ہیں یا یہ کہ خود آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں معترضہ اور ناپسندیدہ مواد بھی آپ ہی کی ایما پر شائع ہوا ہے؟) (۳) آپ جب صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور اولیائے ملت بالخصوص سید نا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات کو بھی مکمل طور پر نہیں مانتے، تو آپ عوام کو دھوکا دینے کے لیے سنی حنفی قادری کیوں کہلاتے ہیں؟ آپ کے نزدیک اپنے آپ کو حق پر سمجھنا اور دوسرے تمام فرقوں کو گمراہ سمجھنا فرقہ واریت ہے یا نہیں؟ جس کے خلاف آپ جہاد کر رہے ہیں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تو احادیث صحیحہ کی روشنی میں اہل سنت کے سوا تمام فرقوں کو گمراہ مانتے ہیں اور غنیۃ شریف میں (انہوں نے) تقریباً تمام گمراہ فرقوں کا اجمالی اور تفصیلی رد فرمایا ہے، جو غالباً آپ سے بھی مخفی نہیں ہوگا، کیوں کہ زبانی کلامی تو آپ بھی قادریت کے مدعی ہیں۔ اگر چہ اجتہاد کی تشریح بالخصوص دیت کے مسئلے میں اپ کا انداز فکر اور طرز بیان اس امر پر شاہد ہے کہ آپ کے نزدیک نہ تو ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری ہے اور نہ ہی آپ غوث پاک کی اتباع کرتے ہیں کیوں کہ سید نا غوث پاک فروع میں بالکل حنبلی ہیں، جیسا کہ غنیۃ شریف اور طبقات حنابلہ سے بالکل یہ ظاہر ہے۔ مسئلہ اجتہاد میں آپ میں اور مودودی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، بلکہ اس بارے میں مودودی کا قلم آپ سے محتاط ہے۔

سوال نمبر ۲: دیت المرأۃ کے مسئلے میں آپ نے ائمہ اربعہ اہل سنت بلکہ اپنے ممدوح امام انقلاب خمینی کے مذہب نامہذب سے بھی شدید اختلاف کیا ہے۔ اور دیت المرأۃ کو مسئلے میں آپ نے صحابہ کرام کے اجماع سکوتی اور ائمہ اہل سنت کے اجماع اتفاقی کا انکار کر کے اپنی گمراہی کا جو ثبوت دیا، اس کی بنا پر غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپکے دلائل فاسدہ وکاسدہ اور نام نہاد علمی جہالات کا مدلل رد بلیغ فرما کر آپ کے لیے گمراہ کا لقب تجویز فرمانا پڑا۔ کیا آپ نے اس صریح گمراہی سے توبہ ابھی تک کر لی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

سوال نمبر ۳: مسئلہ دیت میں آپ نے اپنے ہم نوا مردوں اور عورتوں کے سامنے جو آخری تقریر فرمائی جو آپ کی اس موضوع پر کیسٹ میں ترتیب سے موجود ہے۔ اس خبیث تقریر میں آپ نے آخر خطاب میں نبی کریم ﷺ کی سنت ثابتہ سے نہ صرف انکار کیا بلکہ نہایت ہی فحش وغیرہ سنجیدہ الفاظ میں سنت کا مذاق اڑایا۔ ہمارے قلم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم آپ کے بیان کردہ ان ناپاک الفاظ کو نوک قلم پر لائیں آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ (علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے مطابق لاہور سے اسلام آباد کی طرف ایک فضائی سفر میں انہی دنوں ان سے اسی حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے حدیث کا تمسخر کرتے ہوئے انہی مکروہ الفاظ کو دہرایا کہ، مرد کے ذکر کے قطع ونقصان پر بھی پوری دیت ہو اور پوری عورت کی آدھی دیت ہو، پوری عورت کی اتنی بھی حیثیت نہ ہو یہ کہاں کا انصاف ہے۔)

جناب پروفیسر صاحب! کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ سنت مصطفیٰ ﷺ کا استخفاف اور استحقار کفر ہے؟

مختصر طور پر چند ضروری باتیں تحریر کی گئی ہیں، امید واثق ہے کہ آ سائلین کو یہ کہہ کر نہیں ٹال سکیں گے کہ یہ سب کچھ میرے خلاف حسد اور ذاتی

عداوت کی بنا پر لکھا گیا ہے، حالانکہ ان سوالات لکھنے والوں نے حتی الامکان آپ کی مخالفت کرنے والوں سے کافی حد تک دفاع کیا ہے، مگر جب دیکھا گیا کہ پانی سر سے چڑھ گیا ہے اور بظاہر آپ کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے تو پھر بھی اتمام حجت کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ بغیر مکر و تلبیس کے اپنے خیالات اور نظریات کو پیش نظر رکھ کر آپ ان سوالات کا صحیح جواب دیں تو ان شاء اللہ ہم اس کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں کریں گے۔ اور اگر آپ نے اپنی روایتی مصلحتوں کے پیش نظر ان سوالات کا جواب دینا ناقابل التفات سمجھا تو پھر ہم احقاق حق اور ابطال باطل کے پیش نظر کسی دوسرے متبادل حل کی کوشش کریں گے تاکہ سیدھے سادے سنی مسلمان آپ کے غلط عقائد اور نظریات باطلہ سے بچ سکیں۔

سوال: ۴ آپ نے کہا کہ اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی جب کہ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی نے کی۔ آپ کے اس ارشاد کا ہم نے یہ مطلب سمجھا ہے کہ آپ نے اکابر دیوبند کی تکفیر نہ کرنے کے لیے دہلوی کی عدم تکفیر کو ڈھال بنایا ہے۔ تو محترم! آپ الکوکب الشہابیہ کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں تو آپکو اس مسئلہ حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ جمہور فقہاء کے قول پر قتیل دہلوی کافر ہے اور اس کا حکم یزید کا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے لزوم والتزام کے فرق کو پیش نظر رکھ کر اور شبہ توبہ کی وجہ سے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور ہے، کف لسان (زبان کو روکنا) فرمایا ہے۔ اور نانوتوی، تھانوی، انبیٹھوی، اور گنگوہی کی عبارات ایسی کفر صریح ہیں کہ ان میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان گستاخان رسول نے اور ان کے ہم نواؤں نے جس قدر تاویلیں کی تھیں وہ بالکل لچر پوچ ہیں۔ اور خرج من الحفرۃ ووقع فی البشر کی مصداق ہیں۔ یہ امر ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو عدل اور ایمان کی عینک لگا کر ان تاویلات باطلہ مردودہ کا مطالعہ کرے۔ اگر ابھی تک آپ کی نظر میں نہیں گزریں تو الموت الاحمر مولفہ مولانا مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری رضوی قدس سرہٗ کا مطالعہ فرمائیں۔

نوٹ: (حضرت مفتی اعظم کی شخصیت، علم و فضل، زہد و تقویٰ، عشق نبوی اور محبت سیدنا غوث پاک کی وہ زندہ مثال ہے کہ انہوں نے نقیب زادہ سیدنا پیر طاہر علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بریلی شریف ورود مسعود پر حضرت کے اعزاز و اکرام میں وہ بے نظیر جلوس نکالا جو اپنی مثال آپ ہی تھا۔ اور حضرت سیدنا کا ذکر آنے پر بریلی شریف کے اس بے نظیر استقبال کا تذکرہ زبانوں اور کتابوں میں شہرہ پذیر ہوجاتا ہے۔ اور حیدرآباد ایک چشم دید شاہد نے اس کو چھاپ بھی دیا ہے۔)

یزید پلید کو آپ کافر مانتے ہیں کیا وہ آپ کا معاصر تھا؟ وہ کون سی تحقیق ہے جو امام اعظم تک نہیں پہنچی اور آپ تک پہنچ گئی ہے؟ یزید پلید خبیث کے کارہائے بد تاریخی طور پر معروف ہیں، تاہم امام غزالی نے عدم ثبوت کی بنا پر اس کی تکفیر نہیں کی اور امام احمد بن حنبل تکفیر فرماتے تھے۔ چوں کہ کسی شخص کے کفر اور لعن شخصی کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے نہ ملنے کی وجہ سے حضرت امام اعظم کی طرف یزید کے بارے میں کف لسان کا قول منسوب ہے۔ آپ کے پاس کون سی قطعی الثبوت قطعی الدلالہ دلیل ہے۔ جس کی بنا پر آپ علانیہ یزید پلید کو تو کافر کہتے ہیں اور شان رسالت میں صریح متعین گستاخیاں کرنے والوں کے بارے میں آپ کی زبان اور قلم حرکت میں نہیں آتی ہے۔ اپنا نظریہ مہربانی فرما کر بالکل کھول کر بیان فرمائیں۔ یہ روافض والا تقیہ کب تک چلے گا؟ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔

سوال: ۵ آپ نے فرمایا کہ اگر کتب وہابیہ پر پابندی لگانی ہے تو "جاء الحق" پر بھی لگائی جائے۔ اگر آپ نے ایسا فرمایا ہے تو اس کی یا تو یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے جاء الحق کا مطالعہ نہیں کیا یا یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ آپ بددینی اور بدمذہبی کے اس درجے پر پہنچ چکے ہیں کہ وہابیہ دیوبندیہ کی وہ کتب جن کی صریح عبارات کفریہ پر علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، آپ کتاب جاء الحق کو اسی درجہ میں رکھتے ہیں۔ وضاحت فرمائیں کہ جاء الحق کو آپ نے بدمذہبوں کی گستاخانہ کتابوں کے درجہ میں کیوں شمار کیا ہے؟ حالانکہ علمائے اہل سنت کے نزدیک اس کتاب میں علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے نہایت عالمانہ انداز میں مسلک اہل سنت کی حمایت میں شرعی دلائل پیش فرمائے ہیں اور وہابیہ خبیثہ کے لایعنی اعتراضات کا نہایت تسلی بخش جواب دیا ہے۔

سوال: ٦ (۱) ادارہ منہاج القرآن سے جن قابل اور مخلص علماء اور کارکنوں کو علاحدہ کیا گیا ہے ان کی علاحدگی کا کیا باعث ہے؟ (اور تمام بنیادی ارکان جو از خود آپ کے ادارے سے الگ ہوئے انکا آپ سے کیا اختلاف ہوا؟)

(۲) آپ کے ذاتی ذرائع آمدنی کیا ہیں؟ اور ماہانہ خرچ کیا ہے؟ بیرونی ملکوں کا دورہ آپ اپنے خرچ پر کرتے ہیں یا ادارے کے؟ (بیرون ملک سے آپ جو عطیات حاصل کرتے ہیں وہ صرف آپ کے تصرف میں ہوتے ہیں یا آپ کے ادارے کے ارکان کو بھی ان عطیات کی تفصیل وغیرہ کی خبر ہوتی ہے؟) بیرونی ملکوں میں آپ کے میزبان اور رفقاء اکثر سنی ہیں یا وہابیہ خبیثہ؟

(۳) آج تک آپ نے اپنے ادارے سے صحیح العقیدہ سنی علماء کتنے فارغ کئے ہیں؟ صرف چند معروف علماء کے نام لکھیں؟

(۴) آپ کی اولاد ذکور و اناث میں سے کوئی آپ کے اصولوں کے مطابق جامع عالم دین فارغ ہوا ہے؟

(۵) ماشاء اللہ آپ مصروف مبلغ دین اور چنین وچناں القابات سے ملقب ہیں، خدا اور سول سے ڈرتے ہوئے دیانت داری اور ایمان داری سے اس امر پر مطلع فرمائیں کہ آپ کے گھر پر جو حملے کا واقعہ بیان کیا گیا وہ صحیح ہے یا بقول آپ کے مخالفوں کے محض ڈراما تھا؟ اسی لئے ہائی کورٹ نے آپ کے خلاف فیصلے میں آپ کے خلاف اس قدر سخت ریمارکس دیئے جس سے نہ صرف آپ کی بلکہ دین کے نام پر سب کام کرنے والوں کی انتہائی ذلت ہوئی اور آئندہ نسلوں کے لئے وہ نہایت مضر ریکارڈ باقی رہے گا۔

(۶) کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کے پاس اسلحہ کے اصلی اور صحیح الائسنس کم ہیں لیکن آپ انہی لائسنسوں سے بطریق خاص کام لے کر (جعلی لائسنسوں کے ذریعے) پشاور وغیرہ سے ناجائز اسلحہ لاکر اپنے پاس رکھتے ہیں؟ (واضح رہے کہ آپ کے خوابوں، سیاسی دعووں اور سیاسی خبروں، تقریروں، سیاسی وغیرہ سیاسی رنجشوں اور دوستیوں وغیرہ کے بارے میں فی الحال ہم کوئی استفسار نہیں کررہے ہیں اور حصہ سوم کے یہ چند ذاتی سوال بھی بوجوہ کررہے ہیں)

(۷) مہربانی فرماکر جملہ سوالات کے جوابات تحقیقی عنایت فرمائیں، الزامی جوابات کو دفع الوقتی سمجھا جائے گا۔

(۸) اگر آپ نے سوالات مذکورہ کا جواب دو ہفتے تک نہ دیا تو جماعت اہل سنت آپ کو جوابات سے عاجز وقاصر سمجھے گی۔

(۹) اگر آپ اپنی کسی سیاسی مصلحت کے تحت جواب دینا پسند نہ فرمائیں تو اس صورت میں اتنی مہربانی میں فرمائیں کہ اتنا ہی لکھ دیں کہ میں بایں وجوہ جواب نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔۔!

(۱۰) اگر آپ کے جوابات سے ہم مطمئن ہوئے تو انشاء اللہ جائز امور میں آپ کی حمایت کریں گے ورنہ جماعت کے مشترکہ اجلاس اور فیصلہ کے بعد آپ کی تحریکات سے متعلق مناسب اقدام کریں گے تاکہ عوام اہل سنت آپ کی تحریکات سے بالکل کنارہ کش ہوجائیں۔ وصلی اللہ علیہ حبیبہ محمد وآلہ اجمعین۔

رضاء الحسن قادری (منہاجی) کی نظر میں طاہر القادری کی حقیقت

■ (میثم عباس قادری رضوی)

''شیخ الاظلام ڈاکٹر طاہر القادری کا بیداری شعور کے سلسلے میں کیے ہوئے ایک خطاب کا چھوٹا سا حصہ ہم تک پہنچا۔ اس میں ضمنا انہوں نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرنے والوں کو ''فتنہ گر ملا''، ''یزیدی ٹولہ''، ''خارجی الذہن''، حب اہل بیت کے مخالف'' وغیرہ قرار دیا۔ اور یہ سب انہوں نے کہا تو کسی اور کو نہیں سنی بریلوی بھائیوں کو کہا۔ اتنی تواضع کرنے کے بعد وہ گویا ہوئے کہ ایسے لوگوں کو اہل سنت کی صفوں سے جوتے مار کر نکال دو!!

طاہر القادری صاحب کا دل عیسائیوں جن کے کفر پر نصوص قطعیہ شاہد ہیں، کی محبت سے اتنا پر ہو چکا ہے کہ اُس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول کی محبت کے لیے ذرا بھی جگہ باقی نہیں رہی ہے، البتہ وہ ہر سال کرسمس ڈے کو خوب انجوائے کرتے ہیں، حتی اپنے چہیتے عیسائی بھائیوں کے لیے مسجد کے دروازے تک کھول دیتے ہیں۔ طاغوت کے پیروکاروں سے اس حد تک اُنسیت اور محمد عربی ﷺ کے اصحاب سے اتنا تنفر! اُف ہے!!

خیر۔ اُن کے اس بیان کی باقی سب باتیں تو ہماری سمجھ میں اُتر گئیں، مگر یہ بات اب تک ہمارے لیے نا قابل فہم رہی ہے کہ جو انہوں نے کافی زور دیتے ہوئے کہی کہ میرے پاس عقائد کی بچاسوں کتابیں ہیں، عقیدہ کی کسی کتاب میں اُن (امیر معاویہ) کے مناقب پر کوئی باب قائم نہیں ہے۔

یہ بات ہضم ہمیں ہضم ہوگئی کہ آں جناب کے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، مشکل یہ ہے کہ قادری صاحب! آپ کو مناقب کے ابواب حدیث کی کتابوں میں تلاش کرنے چاہیے تھے نہ عقائد کی۔ اور اگر جناب کتب عقائد میں دیکھنے پر ہی بضد ہیں، تو انہیں پچاسوں کتابوں میں سے جن کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے ابواب ملیں گے انہیں میں تھوڑا آگے بھی دیکھ لیں، آپ کو مناقب امیر معاویہ کے باب بھی نظر آجائیں گے۔ اور اگر چند ایک کتب میں اس کے برعکس ہو بھی تو یہ قاعدہ یاد فرمالیں! عدم الذکر لا یستلزم عدم الشئ۔

منہاج القرآن لاہور کے مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے جب ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر کتاب تصنیف کرنی شروع کی، تو طاہر القادری صاحب نے اُنہیں اس صالح کام سے ٹوک دیا۔ یہ روایت مجھ تک میرے والدِ گرامی حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری مدظلہ سے پہنچی ہے جو ہزاروی صاحب موصوف کے شاگرد ہیں۔

ایک بات اور۔۔۔ کہ طاہر القادری صاحب کی شروع دن سے شہرت مذہبی رنگیلے کی سی رہی ہے۔ ان کی باتوں کو اکثر لوگ سنجیدگی سے نہیں لیتے، مگر فکر اُس وقت دامن گیر ہوتی ہے جب اُن کے جیالے متوالے انہیں دنیا کا سب سے بڑا عالم ماننے پر تل جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کچھ عرصہ سے ایسی کرخت باتیں اُن کا محبوب مشغلہ یا کہہ لیں کہ اپنی تشہیر کا سستا کاروبار بن چکا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ یہ اُن کے اندر کا بخار ہے یا وہ کسی کے اشارے پر یہ سب کچھ کرنے اور کہنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ خیر، حقیقت جو بھی ہے اللہ عزشانہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ ویسے اب اُن کی حالت قرآنِ مجید میں مذکور اُس شخص کے مشابہ ہوچکی ہے جس کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

واتل علیهم نبأ الذی اٰتیناه اٰیاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطن فکان من الغاوین. ولو شئنا لرفعنا بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث (الاعراف: ۶۔۱۷۵) (ترجمہ ''عرفان القرآن'' سے ملاحظہ ہو!)

ماخوذ: دفاع سیدنا امیر معاویہ صفحہ ۸ تا ۱۰''

■ اقبال اعظمی کریم الدین پور گھوسی

ڈاکٹر طاہر القادری: کفر و ضلالت کے دلدل میں

ڈاکٹر طاہر القادری حضرت علامہ احمد سعید کاظمی امروہوی علیہ الرحمہ (تلمیذ شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ) کے شاگرد ہیں۔ اپنے ابتدائی دور میں انہوں نے اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کی لیکن جب شہرت ہوگئی تو اہل سنت کے خلاف لکھنے اور بولنے لگے۔ دیت کے مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا۔ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''پاکستان کے جلیل القدر عالم اور پروفیسر طاہر القادری کے استاد حضرت علامہ احمد سعید کاظمی نے پروفیسر طاہر القادری کو بہت سمجھایا۔ مگر یہ اپنے اجتہاد پر بضد رہے۔ ایک گفتگو کے دوران ایک عالم نے جب ان سے کہا:

''اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں'' تو انہوں نے حد درجہ جسارت آمیز اور حیران کن جواب دیا کہ آپ میرے دلائل کے جواب میں ان کا نام کیوں پیش کرتے ہیں وہ تو اس مسئلہ میں ہمارے فریق ہیں''۔

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ مرتبہ مفتی ولی محمد صاحب، ص ۳۲۔ ۳۳، از حضرت مولانا شمشاد حسین رضوی بدایوں)

اس مسئلہ میں حق سے روگردانی کرنے کے سبب پاکستان بالخصوص خود ان کے استاذ نے ان کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا۔

میں ڈاکٹر طاہر القادری کو چند سالوں سے جانتا ہوں ایک روز ایک موبائل میں قید ان کی تقریر سنی۔ موبائل آن کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ ہزاروں کے مجمع میں انہوں نے نہایت نخوت کے ساتھ فضا میں ہاتھ لہراتے ہوئے کہا کہ ''یہ بریلویوں کا مجمع نہیں ہے۔ کتنے لوگوں کو انہوں نے مسلمان بنایا؟'' فوراً میں نے موبائل آف کر دیا۔

ایک ایسا شخص جو یہودی و نصاریٰ کو اہل ایمان کہے، دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کا احترام کرے، انہیں اپنے عقائد کے مطابق گاڈ کو یاد کرنے کی تلقین کرے، اپنے کو Philanthropist انسانیت دوست، ظاہر کرے اور پیش فار ہیومنٹی (امن برائے انسانیت) کانفرنس میں لکچر دے اسے جماعت اہلسنت سے کیا علاقہ ہوسکتا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت سے عداوت کے بارے میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''فقیر سے ایک عالم نے فرمایا کہ امام احمد رضا کے فکر و خیال کو حرف آخر سمجھنا تشویشناک ہے۔ ایک طبقہ اس خیال کو عام کر رہا ہے۔ یہ ایک نئی تدبیر ہے، غالباً اس کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔''

(مکتوبات مسعودی (از پروفیسر مسعود احمد) ص ۴۳-۴۷، ماخوذ از راہ عمل ص ۱۴۰، از مفتی اختر حسین قادری)

آج کل جن لوگوں کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ یا مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلویت سے حسد، جلن بغض یا عداوت ہے، ڈاکٹر طاہر القادری کو انہوں نے اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے اور اس کی پذیرائی کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے اقوال و اعمال:

(۱) ''بحمد اللہ مسلمان کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے''

(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، مصنفہ طاہر القادری، ص ۶۵، طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۱۲۴، مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی)

(۲) پروفیسر طاہر القادری کا دوسرا بڑا اجتہاد انہیں قرآن حکیم کے مقابلے میں کھڑا کر دیتا ہے اور وہ اعلانیہ اپنے اس مخالف قرآن اجتہاد کا اظہار کرتے ہیں کہ ''ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے''

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۱۱۷، ایک لمحہ فکریہ: از علامہ محمد احمد مصباحی، مفتی محمد نظام الدین رضوی، علامہ یٰسین اختر مصباحی)

(۳) عورت کی دیت مرد سے نصف ہے اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ ہے اور اجماع پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ لیکن طاہر القادری نے اس اجماع امت سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے، جس پر اس کے استاذ حضرت علامہ قاری محبوب رضا خاں صاحب نے اس کی زبردست گرفت کی اس کو ضال، مضل، خارجی، معتزلی کہا۔

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۱۶۷، از الحاج سید سراج اظہر قادری)

(۴) ڈاکٹر طاہر القادری نے بار بار اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ پوری دنیا میں جب تقسیم کی جاتی ہے تو بیلیورز (Believers) اور نان بیلیورز (Non Believers) کی تقسیم آتی ہے۔ نان بیلیورز کو کفار کہتے ہیں۔ علمی اصطلاح میں اور بیلیورز ان کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، مذہب ان کا کوئی بھی ہو۔ تو جب بیلیورز اور نان بیلیورز کی تقسیم ہوتی ہے یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب بیلیورز (اہل ایمان) میں شمار ہوتے ہیں یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے۔

(C.D مسٹر طاہر القادری) (طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۱۳۱، از مولانا شمشاد احمد مصباحی)

(۵) ایک مرتبہ خمینی کی تعریف کرتے ہوئے طاہر القادری نے کہا:

"امام خمینی تاریخ اسلام کے شجاع اور جری مردان حق (اللہ والے) میں سے ہیں، جنکا جینا اور مرنا حسین کی طرح ہے۔ خمینی کی محبت کا تقاضہ ہے کہ ہر بچہ خمینی بن جائے"۔

(روز نامہ نوائے وقت، لاہور ۱۹۸۹ء)

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۱۲۶، از مفتی شمشاد احمد مصباحی)

(۶) یہود و نصاریٰ سے طاہر القادری مزید کہتے ہیں:

"آپ اپنے گھر میں آئیں ہیں، قطعاً کسی دوسری جگہ نہیں۔ آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو بھی مسلمان عبادت مسجد میں کریں گے، اگر آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو مسجد منہاج القرآن کسی ایک وقت کے Event (اتفاق) کے لیے نہیں کھلی تھی، ابد الآباد تک آپ کے لیے کھلی ہے۔"

(C.D مسٹر طاہر القادری)

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۵۶، از حضور تاج الشریعہ)

(۷) ۲۵ ر ستمبر ۲۰۱۱ء کو لندن میں پیش فار ہومنٹی کانفرنس میں طاہر القادری نے کہا:

"اللہ کا معنیٰ گاڈ اور کچھ نہیں، یہ مسلمانوں کے لئے خاص نہیں، اللہ عربی ہے، لفظ گاڈ، برہما، لارڈ (رب) یا کریٹر (خالق) کے لیے خاص ہے۔"

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۸۶۔۸۷، از حضور تاج الشریعہ)

(۸) اب سنئے ڈاکٹر کے بول: صفحہ ۲۴

"یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی فرقے اور مسلک کے نام پر جنت کا پروانہ جاری نہیں کیا۔"

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۶۶)

طاہر القادری پر مفتیان کرام کے فتوے:

(۱) حضوری تاج الشریعہ کا فیصلہ:

عرض: طاہر القادری کو لوگ آج کل اس (مذکورہ بالا) وجہ سے طاہر الپادری کہتے ہیں۔ ایسا کہنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہے؟

ارشاد: کراہت کیسی؟ وہ پادری ہی تو ہے بلکہ پادریوں سے بدتر ہے اس لئے وہ مسلمان کہلا کر اور کلمہ پڑھ کر یہودیوں اور نصرانیوں کا کام کر رہا ہے، یہودی نواز اور کرسچین نوازی کر رہا ہے تو وہ حقیقتاً انہیں کا آدمی ہے۔ وہ قادری نہیں بلکہ پادری ہی ہے۔

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۸۹)

عرض: جدہ کے سیشین میں حضرت سے سوال ہوا تھا کہ "بدمذہبی حد کفر کو پہنچنے کے بارے میں کچھ تفصیل فرما دیں" کیا طاہر القادری کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ہے۔

ارشاد: اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں۔

(طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۹۴۔۹۵)

حضور محدث کبیر کا فیصلہ:

طاہر القادری جو عرصہ سے گمراہ گری میں مصروف ہے اور اس کے کفر بھی کئی اقسام کے ہیں وہ دیوبندیوں کے صریح کفریات کو نہ تو مانتا ہے نہ ان کے صریح کفریات پر مطلع ہو کر ان کی تکفیر کرتا ہے اور نہ روافض کی تکفیر کرتا ہے۔ جب کہ ان کے اجماعی قطعی یقینی کفریات موجود ہیں۔ دیابنہ و روافض اور شیعوں کے اختلافات کو وہ صرف فروعی بلکہ صرف تشریحی قسم کا اختلاف کہہ کر کفر کو اسلام ثابت کر رہا ہے۔ پھر اس نے ان یہود و نصاریٰ کو جو رسالت محمدی و قرآن اور اسلام کے منکر ہیں صاحب ایمان قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی کہا کہ ہماری مسجدیں نصاریٰ کے لئے ہر وقت کھلی ہیں کہ نصاریٰ اس میں اپنے طریقے کی عبادتیں جب چاہیں کریں۔ اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ طاہر ان کے طریقے کو پسندیدہ اور مقبول مانتا ہے اور مسجد کو ان کی مشرکانہ عبادت کے لئے موزوں و مناسب قرار دیتا ہے۔ دنیا کے باطل پرست مشرکوں کو خدا پرست قرار دیا ہے وغیرہ ذالک۔ ان حقائق کی موجودگی میں طاہر کے کفر و ارتداد میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سینگ ہلانے والے کم علم بے بصیرت چند مولوی اس کے کفریات صریحہ کے ہوتے ہوئے اس کی حمایت پر کمر بستہ ہیں، وہ اپنے ایمان کی خبر لیں۔

بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا:

سنیوں پر لازم ہے کہ طاہر القادری سے بچیں اور اس کے حامی مولویوں کا بھی بائی کاٹ کریں اور اسی میں اپنے دین و ایمان کی سلامتی چاہیں۔

کم از کم قوم مسلم کو چوکنا کرنے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ سلمان رشدی و تسلیمہ نسرین کے لیے جو سکورٹی حکومت نے مہیا کر رکھی ہے، طاہر القادری کے لئے اس سے بھی زائد سکورٹی کا نظم ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ حکامان ہند کی جو مہربانیاں رہی ہیں اس کے پیش نظر یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ مسلمانوں کے ایمانی تشخص کو ٹارچر کرنے کے لئے حاکمان وقت نے ایک نئی تدبیر کا آغاز کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔

(دستخط) محدث کبریٰ اعلامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

۱۶ ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ وارد حال باسنی ناگور شریف

تصدیق حضرت علامہ مفتی عالمگیر صاحب جودھپور:

حضور محدث کبریٰ علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری نے طاہر القادری کے تعلق سے جو بھی حکم شرعی صادر فرمایا میں مکمل طور پر اس سے متفق ہوں۔

(دستخط) حضرت علامہ مفتی محمد عالمگیر رضوی دار الافتا اسحاقیہ جودھ پور

۹ ر جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ (طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ ص ۹۹۔۱۰۰۔۱۱۰)

ان جلیل القدر مفتیان کرام کے علاوہ بہت سے مفتیان کرام کے فتوے اور تصدیقات ہیں۔ تفصیل کے لیے حضرت مولانا مفتی ولی محمد باسنی، ناگور کی تالیف "طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟" کا مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں طاہر القادری کے فتنے سے محفوظ فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر ہمیں مضبوطی کے ساتھ گامزن فرمائے (آمین)

(ادارہ)

ادیب شہیر

حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی

مہتمم دارُالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام سے ایک ملاقات

سہسرام کی علمی ادبی اور مذہبی فضا میں اپنے علم وفن کی خوشبو بکھیرنے والے عالم دین حضرت مولانا ملک الظفر کی شہرت عالم ادیب شاعر وصحافی محقق ناقد ہر جہت سے ہے، انہوں نے زندگی میں کام کو اپنی شناخت کا ذریعہ بنایا اور علمی حلقوں میں وقار واعتبار قائم کیا ہے. الرضا کے انٹرویو کے کالم' مصاحبات'' کے لئے یں مشہور ومعتمد اور حق گو عالم کی تلاش کرتے کرتے ان کی بارگاہ تک پہنچ گیا. ذیل میں قارئین الرضا کے لئے ان سے لیا گیا انٹرویو حاضر ہے انہوں نے مصروفیات کے باوجود الرضا کے لئے جو وقت نکالا اس کے لئے ادارہ کے جملہ افراد ان کے شکرگزار ہیں۔ قارئین اس انٹرویو میں اپنی مذہبی تاریخ ملی درد. جماعتی انتشار پر کرب اور حق کے اظہار کی جرأت سب کچھ دیکھیں گے ،انٹرویو کا حصہ جہاں جماعت سے شخصیت کی طرف مڑ گیا ہے وہاں بھی اخلاص ہی کارفرما ہے دل شکنی ودل آزاری نہیں۔ امید ہے قارئین کا علمی ذوق اس سلسلہ کو پسند کرے گا۔ ادارہ

سوال: آپ علمی خانوادہ کے علمی فرد ہیں ایک بڑے مدرسہ ''خیریہ نظامیہ سہسرام'' کا اہتمام اوراس کی تدریسی ذمہ داریاں بھی آپ بخوبی ادا فرمارہے ہیں، کثیر تلامذہ نے آپ سے اکتساب کیا اور کررہے ہیں، ان ذمہ داریوں کے علاوہ آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟

جواب: علمی خاندان میں میں نے اپنی آنکھیں کھولیں، اس کی وجاہت علمی اہل فکر کے نزدیک مسلم ہے علم وفکر اور شعور وآگہی کی خیرات دونسلوں سے یہ خاندان تقسیم کرتا چلا آرہا ہے۔ قبل اس کے کہ شعور کی آنکھیں کھلیں والد گرامی حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سایۂ شفقت سے محرومی ہاتھ آگئی۔ تاہم ان کے زریں نقوش قدم میرے لیے نشان منزل بنے۔

والد گرامی اہل سنت وجماعت کے مایۂ صد افتخار عالم تھے جماعت کے بے باک خطیب اور شہرہ آفاق قلمکار کی حیثیت سے ملک گیر پیمانے پر اپنی ایک انفرادی شناخت رکھتے تھے۔ بالواسطہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وفکری سلسلے سے وابستہ تھے۔ اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات کی ترجمانی میں ان کی زبان اور قلم دونوں برق رفتاری کے ساتھ چلتے رہے، اپنے عہد میں وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک نقیب وترجمان تھے۔ جد کریم قدوۃ العلماء حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جلیل المرتبت عالم دین ہونے کے ساتھ بحر معرفت وطریقت کے شناور تھے۔ وہ قدیم الخیال حنفی المشرب سنی عالم دین تھے۔ اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے روابط کا تو پتا نہیں چلتا تاہم ان کے استاذ گرامی اور شیخ طریقت حضرت علامہ شاہ محمد عبد الکافی الہٰ آبادی قدس سرہٗ العزیز سے اعلیٰ حضرت کا تعلق تاریخ کے صفحات میں روشن ہے۔ تحریک ردندوہ کے اجلاس میں ان کی شرکت اور الصوارم الہندیہ میں حسام الحرمین پہ ان کے تائیدی دستخط سے تعلق وروابط کی پرتیں کھلتی ہیں۔ حضرت علامہ فرخند علی رحمۃ اللہ علیہ افکار ونظریات کے اعتبار سے شدت پسند عالم دین تھے۔ چنانچہ حجاز پہ سلطان بن سعود کے تسلط کے بعد جب وہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں کی نجدی حکومت کی جانب سے ملنے والی شاہی دعوت قبول کرنے سے انکار فرمادیا کہ وہ انہیں انکے افکار ونظریات کی بنیاد پر خارج از اسلام تصور فرماتے تھے۔ وہابیہ دیابنہ پر بھی ان کا فتویٰ کفر موجود ہے۔ اپنے مریدوں کو شجرۂ طریقت میں جو ہدایت تحریر فرمائی ہے۔ اس میں ان باطل جماعتوں سے دوری ونفور کی تاکید کی ہے۔

علم وفکر کا فیضان بانٹنے والے ایک ایسے خاندان میں آنکھیں کھلیں تو ماحول کے زیر اثر مذہب ومسلک کے تعلق سے مزاج میں شدت پیدا ہونا فطری امر تھا۔ اگر کہوں کہ مسلکی شدت پسندی میرے ڈی این اے میں شامل ہے تو غلط نہ ہوگا۔ بزرگوں کے چھوڑے ہوئے علمی ورثے کی حفاظت کرتے ہوئے زندگی کا ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ انہیں مصروفیات میں گھری ہوئی زندگی کی ساعتیں ہیں۔ کچھ وقت مل گیا تو آپ جیسے احباب

کی خواہشات کی تکمیل میں لگ گیا۔

سوال: آپ کی تحریریں علمی ومذہبی حلقوں میں مستند سمجھی جاتی ہیں، سہ ماہی الکوثر کے ذریعہ آپ نے علم وادب ومذہب کی جو خدمت کی ہے وہ سب پہ عیاں ہے۔ اہل علم پھر اس کے احیا کے متمنی ہیں بلکہ آج کے منفی صحافتی مزاج کے تناظر میں اس کی اشاعت ضروری سمجھ رہے ہیں اسے دوبارہ شائع کرنے میں کیا مسائل درپیش ہیں؟

جواب: میری تحریریں اگر حلقہ علم میں قابل اعتبار واعتماد سمجھی جاتی ہیں تو یہ محض فضل ربی اور صدقہ ہے سرور کونین ﷺ کا، ورنہ من آنم کہ من دانم، میں نے اپنے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کر کے ان کی بارگاہ میں علمی خیرات کے لیے کاسہ گدائی بڑھایا ہے۔ اگر میری تحریروں میں علم وفکر کا چراغ جلتا دکھائی دیتا ہے تو یہ سب انہی بزرگوں کا علمی فیضان ہے بس اور کچھ نہیں۔ سہ ماہی 'الکوثر' کے ذریعے علم وادب اور مذہب کے حوالے سے جو خدمات ہیں ان میں میرے ساتھ میرے احباب قلمکار کا خون جگر بھی شامل ہے یہ صحیح ہے کہ ''الکوثر'' نے نئی صحافت کی دنیا میں ایک خوش آئند انقلاب کی داغ بیل ڈالی۔ اس سے قبل کے سنی رسائل وجرائد کا ایک جائزہ لے لیا جائے تو میری باتوں کی صداقت پہ مہر لگانی ہوگی کچھ مالی مشکلات، قدرے تکنیکی مسائل اس کی اشاعتی راہ میں کانٹے بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شائقین الکوثر کی نگاہیں تمنائی بنی ہوئی ہیں۔ شائقین کا ایک بڑا طبقہ آج بھی اس کی واپسی کی راہ تک رہا ہے اور اس کی نشاۃ ثانیہ کا آرزومند ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرمائے اور الکوثر کا جام شیریں پھر شائقین کے ذوق کی تسکین کا سامان بنے۔

ایک بات عرض کردوں مسلک اعلیٰ حضرت کی نقابت وترجمانی میں جو جرائد ورسائل نکل رہے ہیں انہیں کو مزید بہتر اور با مقصد بنانے پر توجہ دی جائے، اب میرے خیال میں مزید کسی رسالے کی ضرورت نہیں۔ جس سمت میں کام کی ضرورت ہے اس پر توجہ دی جائے۔ کہنے کو ہم سواد اعظم ہیں دنیا کی سب سے بڑی جماعت ہیں لیکن ہمارا کوئی روزنامہ تو دور ہفت روزہ ترجمان بھی نہیں ہے۔ ہم اپنے مسلک اور افکار ونظریات کی ترجمانی میں ناکام ہیں میرا ایک خواب ہے کہ اپنی جماعت کا روزنامہ اخبار اشاعتی مرحلے سے گزر کر سنی افکار ونظریات کا ترجمان بن کر سامنے آئے۔

الکوثر، کی اشاعت بند ہو جانے کے بعد دہلی سے جام نور کی اشاعت عمل میں آئی جو الکوثر کے کھینچے ہوئے خطوط پر تھی۔ ابتداء تو توجہ نہیں ہوئی لیکن بعد میں میرے عزیز مولانا خوشتر نورانی نے میرے خوابیدہ جذبات کو بیدار کیا اور میں ''جام نور'' کے مستقل قلمکاروں کی فہرست میں آہستہ آہستہ شامل ہو گیا۔ ان دنوں تو یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر کسی شمارے میں میری شمولیت کسی سبب نہ ہو سکی تو احباب میری کمی کا احساس فرماتے۔

سوال: تحقیق وتنقید کا باہمی رشتہ ہے، تحقیق بغیر تنقید اور تنقید بغیر تحقیق کے زندہ نہیں رہ سکتی، مگر آجکل یہ عمل تفسیق وتضلیل کا ذریعہ بن گیا ہے، تنقید کے نام پر ذاتیات پہ حملے ہو رہے ہیں، بڑوں کی پگڑیاں اچھالی جارہی ہیں اور یہ عمل من لم یعظم کبیرنا کی تعلیم دینے والے افراد کے یہاں زیادہ دیکھنے میں آرہا ہے آپ اس سلسلہ میں کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب: میں نے ہمیشہ تعمیری تنقید کی حمایت کی ہے ع۔۔۔ ہم سخن فہم نہیں غالب کے طرفدار نہیں۔ ادب کو صالح اور مفید بنانے میں تنقید کا کردار ہی سب سے اہم ہے۔ تنقید کے بعد ہی ادب، ادب صالح کی فہرست میں داخل ہوتا ہے۔ ادب کے نام پر جو کچھ تحریر کیا جاتا ہے ان میں لفظی ومعنوی غلطیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تنقید ایک کسوٹی ہے جس پہ ادب پرکھا جاتا ہے اور اس کے حسن وقبح کا صحیح معیار متعین کیا جاتا ہے۔ اگر ادب میں تنقید کے سوتے خشک ہو جائیں تو پھر ایسے سرمایۂ ادب کی افادیت ومعنویت پہ سوالیہ نشان قائم ہو جائے گا۔ مذہبی ادب کے لیے تنقید اگر ایک ادبی ولسانی ضرورت ہے تو وہیں ایک شرعی تقاضا بھی، جسے بہر نوع نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چوں کہ مذہبی ادب میں زبان وبیان کی لغزشیں کبھی مرتکب گناہ کبیرہ یا صغیرہ ٹھہراتی ہیں اور کبھی پانی سر سے اونچا ہوا اور بات اپنے حدود سے تجاوز کر گئی تو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اس لئے مذہبی ادب میں تنقید ایک شرعی ذمہ داری ہے سرکار دوعالم ﷺ نے بھی اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تحریروں تقریروں اور نظموں میں شرعی ولسانی خامیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے خوبصورت اور نفیس انداز میں اصلاح کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس تناظر میں اگر تنقید نگاری کا جائزہ لیا جائے تو یہ ایک عمل مسنون بھی نظر آتا ہے۔

ہر دور میں دین پرست اور مخلص علماء نے تنقیدی نظریے کی پاسداری فرمائی ہے اور شرعی، لسانی خامیوں کی نشاندہی فرما کر ان کی اصلاح کی ہے۔ ماضی بعید میں آپ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کی تحریروں اور فتووں کا جائزہ لیں تو ان میں تنقیدی نظریہ کھل کر سامنے آئے گا۔ ماضی قریب میں علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری، علامہ کامل سہسرامی علیہم الرحمۃ والرضوان کی تحریروں کا جائزہ لیں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ان حضرات نے ایک کامیاب اور پختہ کار تنقید نگار کی حیثیت سے مذہبی ادب میں اپنی ایک کامیاب شناخت قائم کی ہے۔ لیکن چونکہ مذہبی ادب کو علمائے ادب تیسرے درجے یعنی تھرڈ کلاس کا ادب تسلیم کرتے ہیں اس لئے مذہب کے ان عظیم خدمتگاروں کی ادبی ولسانی خدمات تاریخ لسانیات وادب عالیہ کا حصہ بننے سے محروم رہیں۔ ہم عقیدت کیشوں ونیاز مندوں نے بھی ان قابل قدر اور اہم

شخصیات کی اس نادیدہ جہت سے پردہ اٹھانے کی کامیاب اور سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ان دنوں مذہبی جرائد ورسائل میں جو تنقیدی رجحان نمایاں ہوا ہے اسے دیکھ کر مرزا غالب دہلوی کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آتا ہے۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

بوالہوسوں نے مذہبی تنقید کی دنیا میں ''حسن پرستی شعار'' کی تو دنیا ہی بدلی بدلی نظر آرہی ہے۔ اگر ان تحریروں کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو وہ تعمیری کم اور تخریبی زیادہ نظر آتی ہیں۔ چونکہ تنقید نگار کا اصل بحث ادب پارہ ہوتا ہے، وہ اسی سے بحث کرتا ہے ادیب کی ذات سے نہیں۔ لیکن مذہبی جرائد ورسائل میں ان دنوں جو تنقیدی تحریریں شائع ہورہی ہیں ان میں تنقید ادب پارے سے شروع ہوتی ہے اور ادیب کی ذات پر ختم ہوتی ہے۔ جب کہ تنقید میں ذاتیات پر کسی طرح کا حملہ ہی ناروا ہے۔ معاملہ کسی بھی ادب کا ہو تنقید کے بہر حال اپنے اصول ہیں اور اس کا اپنا خاص اسلوب ہے۔ تنقید نگار کو ان اصول واسلوب پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ تنقید نگاری ایک غیر جانبدارانہ عمل ہے۔ جانب داری کے دھارے میں بہہ کر اچھی تنقید تحریر نہیں کی جاسکتی اور ایسے تنقید نگار کو فہرست میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے تنقید نگار یا تو جانب داری سے کام لے رہا ہے یا پھر ادب پیش کرنے والے قلمکار کا مضحکہ اڑا رہا ہے ظاہر ہے کہ ایسی تنقید تعمیری تنقید کی فہرست میں جگہ نہیں پاسکتی اور پھر اس قسم کی تحریروں کا کوئی مستقبل بھی نظر نہیں آتا۔ جب مذہبی ادب پہ تنقید کی جائے تو اس میں مزید احتیاط کا چراغ جلانے کی ضرورت ہے، پھونک پھونک کر قدم رکھنے کا تقاضا ہے۔ یہاں احتیاط کی پلکوں سے محاسن کے موتی چنے جاتے ہیں۔ تحریر میں ہمدردی اور اخلاص کی خوشبو رچی بسی ہو۔ بغض وعناد میں جو تنقید تحریر کی جاتی ہے وہ تعمیری نہیں تخریبی ہوتی ہے۔ ماضی میں بھی اس قسم کی تنقیدیں تحریر کی گئیں اور دنیائے ادب کی عظیم ہستیاں اس کی گرد راہ میں الجھی نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے بقول: ''اس قسم کی تنقید میں دنیائے ادب کی بڑی بڑی ہستیاں الجھی ہیں۔ فرانس کے مشہور انشاء پرداز والٹیر نے ایک زمانے میں شیکسپئر پر جو بری طرح حملے کئے تھے ان کو کون نہیں جانتا۔ دانتےؔ پر کئے گئے اعتراضات آج بھی مشہور ہیں۔ رشید وطواطؔ نے خاقانی کو جس بری طرح آڑے ہاتھوں لیا وہ سب پر ظاہر ہے۔ فرخیؔ نے فردوسی پر جو نکتہ چینیاں کیں وہ آج بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اردو میں سودا نے میر پر اعتراضات کئے، رجب علی بیگ سرور نے میر امنؔ کا مذاق اڑایا اور ڈاکٹر عبداللطیف نے غالب کی شاعری کے رد میں جو ایک بودی کتاب لکھ ڈالی وہ ہم سب پر روشن ہے۔ لیکن کیا یہ تنقیدیں آج تنقید کی حیثیت سے زندہ ہیں اور ان کے لکھنے والوں کو نقادوں کی حیثیت سے کوئی مرتبہ حاصل ہے؟ بالکل نہیں آج ان کی تنقیدوں کو سنجیدگی کے ساتھ کوئی پڑھتا تک نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ ان کے دلوں سے نکلی ہوئی باتیں نہیں معلوم ہوتیں اور ان میں ہمدردی کے عنصر کا کہیں دور دور تک بھی پتا نہیں ملتا۔

نقد ونظر کے جو اصول ہیں انہیں ملحوظ نظر رکھ کر اگر تنقید کی جائے تو اس سے قطعی انتشار نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ تعمیری تنقید برداشت کرنے کے لیے ہمیں کشادہ ظرف بھی ہونا پڑے گا۔ ہم اپنی خوبیاں اور اچھائیاں تو خوب جی لگا کر پڑھتے اور سنتے ہیں اور جہاں کسی نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہمیں تلملاتے دیر نہیں لگتی اور چراغ پا ہوکر فوراً لب ولہجے کی تبدیلی کے ساتھ زہر افشانی شروع کردیتے ہیں۔ مذہبی ادب میں تخریبی تنقید کا جو رجحان تیزی سے عام ہورہا ہے اس کے خلاف مضبوط بند باندھنے کی ضرورت ہے۔

سوال: آپ چوں کہ دیدہ ور صحافی اور ذمہ دار عالم ہیں اس لئے اس سوال کی بھی جرأت ہورہی ہے کہ آج جماعت اہل سنت میں بڑا انتشار دیکھنے میں آرہا ہے اور جتنا ہے اس سے زیادہ دکھانے کی کوشش ہورہی ہے، آپ کے نزدیک اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: اس وقت ہماری جماعت میں جو انتشار ہے وہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اس کا اصل سبب مضبوط اور مخلص قیادت کا فقدان ہے۔ کوئی کسی کو قائد تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ سب اپنے منہ میاں مٹھو بنتے نظر آرہے ہیں کوئی خود کو امیر اہل سنت لکھ رہا ہے لکھوا رہا ہے، کوئی قائد اہل سنت بنا بیٹھا ہے۔ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے اکابر علماء نے کسی کو قائد اور امیر مقرر فرمایا تو اس تناظر میں اس کی قیادت وامارت کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

میں نے ایک موقعہ پر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ مدارس اہل سنت کے باہمی ربط کی کوئی شکل نکالی جاتی، مدارس اسلامیہ کے باہم مربوط نہ ہونے کے سبب بڑے بڑے مسائل سے ہمیں دوچار ہونا پرتا ہے۔ حضرت علامہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اجی! پہلے علماء کے دل تو باہم مربوط ہوجائیں۔

الگ الگ ڈفلی، الگ الگ راگ ہر شخص شتر بے مہار بنا ہوا ہے جس کے جی میں جو آرہا ہے لکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے، کوئی کسی کی کلائی تھامنے والا نظر نہیں آرہا ہے۔ غلط بہر حال غلط ہے خواہ کسی گوشے سے اس کا اظہار ہو رہا ہو اور کوئی بھی فرد اس کی وکالت کر رہا ہو۔

عزیز گرامی مولانا خوشتر نورانی سے میرا تعلق روایتی اور رسمی نہیں ہے۔ وہ ایک پختہ شعور قلمکار اور دیدہ ور صحافی ہیں۔ صاحب بصیرت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے علمی وفکری خانوادے سے ان کا تعلق ہے جس نے

مذہب ومسلک کے نام پہ کبھی کسی طرح کا کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ میں نے علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ مسلک ومذہب کے نام پر سب کچھ قربان کردینے کا مزاج نظر آیا۔لیکن ذاتی اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لیے مذہب وملت پہ حرف نہیں آنے دیا۔

مزاج میں وہی مسلکی تشدد تھا جو علمائے اہل سنت کا طرۂ امتیاز رہا ہے ۔کیا مجال جو کوئی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف لب کشائی کی بھی جرأت کرسکے۔ایک ایسی شخصیت کی آغوش شفقت میں پروان چڑھے مولانا خوشتر نورانی نے ''جام نور'' کا اشاعتی سفر شروع کیا۔لیکن پتا نہیں ان کے افکار وخیالات پہ کس منحوس کا سایہ پڑ گیا کہ ان کے قلم کا تیور ہی بدل گیا۔ لب ولہجے اور انداز واطوار میں آزادی فکر کا انداز نمایاں ہونے لگا۔اسلاف شناسی کے نام پر اسلاف بیزاری کی جھلک محسوس کی جانے لگی جماعت بیزار طبقے کے ہاتھوں کا یہ کھلونا بن گئے۔دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے افکار ونظریات اور ان کے علم وقلم کی صیانت وحفاظت فرمائے۔

سوال: جماعت کے لئے امام کی ضرورت ہوتی ہے اور امام احمد رضا ایک صدی سے اکابر علما کے نزدیک بہمہ وجوہ امام اہل سنت ہیں، ان کی تحقیقات اور افکار ونظریات پر تلامذہ امام احمد رضا سے لے کر آج تک جماعت اہل سنت کے اکابر علما نے اعتماد کیا اور کررہے ہیں مگر ادھر چند سر پھرے اس عمل کو اپنی منفی سوچ کا نشانہ بنارہے ہیں، ان کا نظریہ ہے کہ جماعتی اتحاد کے لئے عقائد ونظریات کو معیار بنایا جائے شخصیت کو نہیں، یہ ''جام نور'' دہلی کے فیض یافتہ افراد ہیں، جنہوں نے اس ذہنیت کو فروغ دینے کے لئے کئی محاذ کھول رکھے ہیں بتایا جائے کہ جماعتی اتحاد کے لئے عقائد ونظریات کو معیار بنانے کے لئے بھی شخصیت کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ہے تو ایک صدی کی متفقہ اور مسلمہ شخصیت امام احمد رضا قدس سرہ کے علاوہ اور کون ہیں جن پر پوری جماعت کا اتفاق ہوجا سکتا ہے؟ کیا یہ ذہنیت جماعتی اتحاد کے خلاف منظم سازش نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے ہم جہت علوم وافکار اور وسیع دینی وملی خدمات کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کے اتفاق سے امام اہل سنت تھے، ہیں اور رہیں گے۔اس سے خواہ کسی کی پیشانی پہ سلوٹیں پڑتی ہیں تو پڑیں۔اس وقت کی منھ بولتی صداقت یہی ہے۔ان کی تحقیقات، افکار ونظریات کل بھی سند اور حجت تھے، آج بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل بھی ہوں گے۔آج تک ان کی تحقیقات پہ انگلی نہیں رکھی جاسکی اپنے تو اپنے ٹھہرے، بے گانوں کی محفلوں میں اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا مزاج نظر آتا ہے

یہ دور تو علم کی کساد بازاری کا ہے۔ماضی کا وہ دور یاد کیجئے جب اعلیٰ حضرت کے علمی آفتاب کی شعاؤں سے آفاق علم وفکر پہ روشنی وتابانی تھی۔اس زمانے میں ایک سے ایک دیدہ ور صاحب نظر عالم دین موجود تھے لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیقات نادرہ کے خلاف کسی گوشے سے کوئی آواز نہیں سنی گئی تو آج جب کہ بساط علم دھیرے دھیرے لپیٹی جارہی ہے تو ایسے ماحول میں اگر ان کے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے تو اس کی حیثیت رشک وحسد کے سوا کچھ نہیں۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض تحقیقات کا مطالعہ بھی اس دور کے بالشتیوں کے بس کی بات نہیں بعض تحقیقات کا معیار تو اس قدر اونچا ہے کہ قدآوروں کا پسینہ چھوٹ جائے ایسے میں ان کے علوم وافکار اور تحقیقات کے منھ لگنا بڑی کم ظرفی ہے۔

سوال: جام نور دہلی کے حالیہ ۵ رشمارے (اگست تا دسمبر ۲۰۱۵) کے اداریے اور دیگر مشمولات نے جماعت اہل سنت کے اکابر واصاغر کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ جام نور ملت کا ترجمان ہے یا اہل حدیث وصلح کلیت کا آرگن، یہ اداریے آپ نے بھی پڑھے کیا ایسا محسوس نہیں کرتے کہ جام نور اب جماعت کے لئے ناسور بن گیا ہے؟

جواب: ہر رسالہ اپنے مدیر کی فکر کے تابع ہوتا ہے جام نور بھی اپنے مدیر کے تابع ہے۔خوشتر نورانی صاحب کے حوالہ سے میں نے عرض کیا کہ اب ان کے قلم کا تیور بدل گیا ہے اور ان کے لب ولہجہ میں آزادی فکر در آئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جماعت بیزار طبقہ کے ہاتھوں میں کھلونہ بن گئے ہیں اور جب وہی کھلونہ بن گئے ہیں تو اس کا اثر جام نور پر تو ہونا ہی ہے۔ اکابر علمائے اہل سنت اگر آج جام نور سے شاکی ونالاں ہیں تو یہ خوشتر صاحب کے لئے لمحہ فکریہ ہے انہیں اپنے طرز عمل پہ خود ہی غور کرنا چاہیے۔

سوال: ڈاکٹر طاہر القادری اپنے مولد ومسکن پاکستان میں مطعون ہی نہیں اکابر علمائے اہل سنت کے فتووں کی زد میں ہیں۔یہ فتوے ان کی ضلالت وگمرہی اور کفری عقائد کی وجہ سے دئے گئے ہیں جن پر کتابیں شاہد ہیں، ہندوستان میں بھی ان ہی ضلالت وگمرہی اور کفری عقائد کے سبب اکابر علمائے اہل سنت مثلاً حضور تاج الشریعہ بریلی شریف، علامہ مدنی میاں، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ، مفتی نظام الدین رضوی، علامہ محمد احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور وغیرہ نے احکامات صادر فرمائے، اس کے باوجود جام نور کو ڈاکٹر طاہر القادری کے افکار کا ترجمان بنانا، اس کی قصیدہ خوانی کرنا اور بے باکی کے ساتھ اکابر علمائے ہندو پاک کے فتووں کا مذاق اڑانا یہ نہیں بتا رہا ہے

مصاحبات

کہ آج جماعت کو ہوائے نفس کے شکار چند افراد نے بازیچہ اطفال بنادیا ہے؟ اس تناظر میں جماعتی تحفظ کے لئے کیا اقدامات کیا جانا چاہئے؟

جواب: پروفیسر طاہر القادری پاکستان کے ایک ذی علم اور صاحب بصارت وبصیرت مفکر کی حیثیت سے دنیائے علم وفکر کے سامنے آئے اور اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں کے ذریعے عوام وخواص سے خوب خوب خراج تحسین وصول کیا۔ کسی بھی موضوع پر جب یہ گفتگو کرتے ہیں تو موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کرتے ہوئے اس کا بھرپور حق ادا کردیتے ہیں۔ ناقابل تردید دلائل وشواہد کی روشنی میں اپنے دعووں پہ مہر تصدیق ثبت کراتے چلے جاتے ہیں۔ علمی وفکری اعتبار سے ان کا رشتہ وتعلق (انہیں کے بقول) اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واسطے سے ملتا ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت وترجمانی میں بھی ان کا کردار بہت نمایاں ہے۔ لیکن روشن خیالی کے اظہار میں اس دیدہ ور اور صاحب بصیرت کے افکار ونظریات بھی کسی دیوی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھ گئے۔ ان کے بعض افکار ونظریات اور اعمال وکردار کا محاسبہ کرنے کے بعد ہندوپاک کے اکابر علمائے اہل سنت نے فتویٰ کفر صادر فرمادیا ہے۔ ظاہر ہے جب علمائے اہل سنت نے فتویٰ صادر کردیا ہے تو اس کے برحق ہونے میں کیا شک ہے۔

روشن خیالی کوئی بری چیز نہیں ہے لیکن اگر شریعت کی حدوں سے تجاوز کر جائے تو ظاہر ہے کہ اس قسم کی روشن خیالی پہ اسلام پھرے بٹھاتا ہے۔ روشن خیالی کی اس آزادانہ روش کے خلاف اگر ایک حدیث سے اکتساب نور کیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

''عن جابر ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه اتیٰ رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال یا رسول الله ﷺ هٰذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله ﷺ يتغير فقال ابو بكر ثكلتك الثوا كل ماترىٰ بوجه رسول الله ﷺ فنظر عمر الیٰ وجه رسول الله ﷺ فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبياً فقال رسول الله ﷺ والذی نفس محمد بيده لوبدأ لكم موسیٰ فا تبعتموه وتركتمونی لضللتم عن سواء السبيل ولوكان حيا وادرك نبوتی لاتبعنی ''(سنن دارمی باب اتباع السنۃ) ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں توریت کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض گذار یارسول اللہ ﷺ یہ توریب کا نسخہ ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ خاموش رہے۔ آپ توریت پڑھنے لگے اور حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدلنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ پر رونے والی روئیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کا حال نہیں دیکھتے تب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم ﷺ کا رخ انور دیکھا تو بولے، میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آج ظاہر ہوجائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہری میں ہوتے اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے۔

روشن خیال حضرات کے لیے یہ حدیث پاک درس عبرت ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے تعلق سے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ عمر کے سایے سے شیطان بھاگتا ہے جو عشرۂ مبشرہ میں ہیں جو قرآن مقدس کے فرمان کے مطابق ایمان اور اسلام کا معیار اور کسوٹی ہیں جن کے لیے پروردگار عالم نے تقویٰ اور پرہیزگاری لازم فرمادی ان جیسے صحابی رسول کی اس روشن خیالی کے خلاف سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے غضب وجلال کا اظہار فرماتے ہوئے ان کی سرزنش فرمائی تو پھر بعد کے لوگوں کے لئے احکام کی شدت بخوبی سمجھی جاسکتی ہے۔ المیہ ہے کہ اب اس روشن خیالی میں ڈاکٹر طاہر القادری پوری طرح بہہ گئے ہیں اس صورت میں جام نور کا ان کی حمایت میں آنا لمحہ فکریہ ہے۔ خدائے تعالیٰ انہیں رجوع الی الحق کی توفیق دے۔

سوال: دوماہی الرضا جماعتی انتشار کو ہوا دینے والوں کے خلاف صدائے احتجاج ہے اس کا پہلا شمارہ آپ نے ملاحظہ فرمایا آپ اس حوالہ سے ہمارے قاری کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: دوماہی الرضا کا پہلا شمارہ نگاہوں سے گزرا مجھے محسوس ہوا کہ یہ بروقت آیا ہے اور جرأت کے ساتھ آیا ہے، اس میں جرأت وبے باکی بھی ہے اور دعوت فکر واصلاح بھی۔ اس وقت اسی جرأت وجذبہ کے ذریعہ احقاق حق اور اصلاح مفاسد کی ضرورت ہے۔ میں الرضا کے تمام وابستگان کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے یہی پیغام دینا چاہوں گا کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے افکار وتعلیمات کو عام کرنے کے لیے اسی اخلاص وجذبہ کا مظاہرہ کرتے رہیں انشا اللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

□□□

ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری

امام احمد رضا اور تصور عشق

"...محبوب کے ذکر و تذکرے سے اپنے وجود کو نور و سرور بخشنا ان کی یاد سے دلوں کی فصل بہار کو تازہ و تابندہ رکھنا ان کے تصور و تخیل سے بے قرار ہ دل کے لئے طمانیت و سکنیت کے پھول چننا اور حیات کے ان لمحوں کو سرمایہ حیات جاننا یہی تو ایک سچے عاشق کی پہچان اور اس کے عشق کا صحیح عرفان ہے پھر یاد انکی جنہیں زمانہ زمانے سے یاد کر رہا ہے ذکر ان کا جنکے ذکر کو خدا نے اپنا ذکر بنالیا ہے۔ بات ان کی جنکی ہر بات ہزار بات کی ایک بات اور محبت و پیار کی سوغات ہے پھر کیوں نہ عشاق ان کے ذکر و فکر میں مست و سرشار رہیں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں----"

امام احمد رضا علم میں بحر قلزم، عمل میں کوہ ہمالہ اور عشق میں مقام سدرۃ المنتہیٰ پر فائز تھے جن کے بارے میں محققین کی تحقیق کا عطر مجموعہ یہ ہے کہ ان کا خمیر علم عمل اور عشق سے مرکب تھا جنہوں نے اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیت کریمہ "اولئك كتب فی قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه" سے استخراج فرمائی یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے انکی مدد فرمائی جو اپنا جائزہ آپ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم
ایک پر لکھا ہوگا "لا اله الا الله" اور دوسرے پر لکھا ہوگا
"محمد رسول الله" (حیات اعلیٰ حضرت)

آیئے آج کی اس پر کیف نشست میں انکے اس تصور عشق کی مختلف جہات اور گوناگوں کیفیات کو تلاش کریں اور غور کریں کہ آخر وہ کون سے اسباب تھے کہ ان کا دوست بھی انہیں عاشق رسول کہتا تھا اور ان کا دشمن بھی........مگر پہلے اس دور کے پس منظر پر ایک نظر ڈال لیں تا کہ پیش منظر کا کوئی گوشہ اوجھل نہ وہ جائے ایک ایسے دور میں جس میں لوگوں کے دلوں سے عظمت مصطفیٰ کا نقش کھرچ کر نکال دینے کی منظم تحریک چل رہی تھی۔ ایک ایسے ماحول میں جس میں عشق مصطفےٰ کی شمع فروزاں کو چن چن کر بجھا دینے کے لیے من کے کالے تن کے اجلے انگریز اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر رہے تھے ایک ایسے زمانے میں جس میں حضور کے نام لیوا حضور کا نام لے لے کر ان کی رفعت کے شیش محل پر توہین و تحقیر کا پتھر چلا رہے تھے اور بقول ڈاکٹر محمد اقبالؔ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

جیسے مکروہ نظریہ کے برق و شرر سے دلوں کی آبادی کو جھلسا دینے والی آندھی پوری ملت کو اپنے مضبوط پنجے میں دبوچ لینے کی فکر میں تھی ایسے دور میں امام احمد رضا عظمت رسول کا پرچم بلند کرنے کے لیے کمر ہمت باندھتے ہیں۔

ایسے تیرہ و تاریک ماحول میں آپ عشق مصطفیٰ کا دفاعی مورچہ سنبھالتے ہیں ایسے زمانے میں آپ نے لوگوں کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت و صیانت کی ٹھان لی اور اس طرح تصورات مدینہ کے کیف و سرور سے قلب و ذہن کو معمور کیا کہ آبادی کی آبادی بلکہ ملک کا ملک جھومنے لگا......امام احمد رضا کا یہ احسان ہم سب کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ انہوں نے دشمن رسول اور عاشق رسول کے مابین خط امتیاز کھینچ دیا۔ انہوں نے بے نور آنکھوں کو سرمۂ عشق مصطفیٰ پہنا کر بینا و منور کر دیا۔ انہوں نے ہر لمحہ عشق مصطفیٰ کا درس دیا جنکی زندگی کی ہر گھڑی عشق نبی کا جام لٹانے میں گذری، جنھوں نے پوری ملت کے سینہ کو عشق مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا اور ہم کو غلام مصطفیٰ بننے کا سلیقہ و طریقہ سکھایا اور انہیں کا ہو جانے، انہیں کی سننے اور انہیں کا گن گانے کا وہ نشہ پلایا کہ دیوانوں کی جماعت کا رواں در کارواں سوئے کوئے جاناں روانہ ہوگئی فرماتے ہیں۔

ہمارے درد جگر کی کوئی دوانہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدانہ کرے

نہ جانے وہ کونسی ساعت سعید تھی جس میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے واردات قلبی کو لفظوں کا پیرہن دیکر اشعار کے قالب میں ڈھالا تھا، ان کی پوری زندگی اس شعر کا منہ بولتا ثبوت معلوم ہوتی ہے اور یہ بات صداقت کا نور بن کر آپ کی حیات کے گوشے گوشے پر برس رہی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا یہ قول عمل کے گولا وبارود سے مسلح ہے اور کیفیات حیات سے مترشح ہے کہ عشق نبی کا جوبن ہمیشہ بہار آشنا، بہار آفریں، بہار پرور، بہار گستر اور بہار خیز د بہار بیز ہی رہا کیا خوب کہا ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

دنیا عاشقوں سے خالی نہ کل تھی نہ آج ہے ہر دور اور ہر زمانے میں ان آشفتہ حالوں شوریدہ سروں نے اپنے آہ سرد اور نفس گرم سے خزاں رسیدہ چمن کو غنچۂ نو سے مرصع کیا'' قال اللہ وقال الرسول'' کی صدائے دلنواز سے اجڑی بستیاں آباد ہوتی رہی ہیں بگڑے نصیبے سنورتے رہے ہیں ادب کے چراغ جلتے اور عظمت کے کنول کھلتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ جیتے بھی تھے عشق مصطفیٰ میں اور مرتے بھی تھے عشق مصطفیٰ میں اس لئے وہ مرکر امر ہوجاتے تھے۔ وہ فنا ہوکر بقاء کا جام پی لیتے تھے عشق مصطفیٰ ہی ان کے لیے داردوئے شفا اکسیر حیات تھی، سنئے عاشق مصطفیٰ کے دل کی یہ آواز۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہودرد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

حضرت رضا بریلوی دیوان گان مصطفیٰ کی بھیڑ میں دور سے پہنچانے جاتے ہیں۔ مدنی فیضان کی بارش میں شرابور وجود ہی غمازی کرتا ہے۔ تجلیات نبوت کی کرنوں سے جگمگا تا ان کا سراپا زبان حال سے بولتا اور عرفان محبت سے مزین ان کا گرد وپیش خود ہی پکار اٹھتا ہے۔

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر نا کام ہو ہی جائے گا
بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہوہی جائے گا

ان کی شخصیت عشق کی بھٹی میں تپ کر، محبت کی چھلنی میں چھن کر اور احترام وادب کی میزان پر تل کر ایسی نرالی، کھری، انوکھی اور البیلی ہوگئی تھی کہ ان کی حرکت وحرارت زندگی و بندگی جلوت وخلوت گلہائے عشق کا وہ گلدستہ ہے جس کی خوشبوئے جانواز سے ایمان وعقیدت کی کلیاں گلشن بد اماں ہیں ان کے فکر وعمل کے آفاق پر محبت محبوب خدا کی مستی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ ان کے شبستان وجود میں بس عشق مصطفیٰ کے جلوہ ہائے خوش

رنگ کی رعنائیاں، زیبائیاں اور کہکشاں ہی کہکشاں ہے۔

عشق رسول ان کی زندگی میں جان بنکر رچا بسا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی نجی زندگی سے لیکر عوامی زندگی تک اور تحقیق سے لیکر تخلیقی شہ پاروں تک ہر جگہ عشق ہی عشق کی کارفرمائی نظر آتی ہے بقول میر تقی میرؔ:

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
ساری دنیا میں بھر رہا ہے عشق

قرون اولی سے لیکر آج تک عاشقان جمال مصطفائی برابر پیدا ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے اسلام کے ان جیالے فرزندوں نے ہمیشہ اپنا سب سے بڑا سرمایۂ حیات اور سامان آخرت عشق رسول ہی کو سمجھا ہے اور جان دیکر بھی ہاتھ آجائے تو اس کو ارزاں جانا ہے۔ حضرت رضا بریلوی بھی اپنے ان پیش رؤں سے کسی طرح پیچھے نہیں بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مقام عشق میں اس بلندی پر فائز ہیں جہاں شرار عشق سے نشیمن آباد ہوتے ہیں۔ جہاں حرکت نفس سے ادب کے چراغ جلتے ہیں جہاں جلوؤں کی برسات میں پوری فضاء بھیگی بھیگی اور سوز وساز کی بہتات سے کیف والم کی پتھریلی زمین بھی گیلی گیلی معلوم ہوتی ہے۔ وہ عشق اور تقاضائے عشق محبت اور رموز محبت سے اچھی طرح آگاہ ہیں محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا قرینہ کوئی آپ کے قلب عظمت آشنا سے پوچھے اور محبت رسول کی سرور بخش چاندنی سے فیض اکتسابی کا طریقہ کوئی آپ کی شخصیت سے سیکھے پہلے حرم محترم میں داخلے کے آداب بتاتے ہیں۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''جب در مسجد پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار سے اذن حضوری کا طالب ہے اس وقت جو ادب وتعظیم واجب ہے مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے۔ زنہار زنہار، اس مسجد اقدس میں کوئی صرف چلا کر نہ کہے یقین جان کہ وہ مزار اعطر وانور میں بحیات ظاہری، دنیاوی حقیقی ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے۔ اب وہ وقت آیا کہ دل کی طرح رخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہوگیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرام گاہ رفیع المکان ہے (ﷺ) گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے لرزتا کانپتا بید کی طرح تھرتھراتا، ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا قدم بڑھا خضوع ووقار، خشوع وانکسار کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو۔ سواسجدہ وعبادت کے جوبات ادب واجلال میں اکمل ہو بجا لا زنہار جالی شریف کے بوسہ ومس سے دوررہ کہ خلاف ادب ہے اب نہایت ہیبت ووقار کے ساتھ مجرا وتسلیم بجالا، بہ آواز حزیں وصورت درد آگیں، ودل شرمناک وجگر صد چاک معتدل آواز سے نہایت نرم

ویست نہ بہت بلند وسخت عرض کر الصلوٰۃ والسلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (النیرۃ الوضیہ)

محبوب کے ذکر وتذکرے سے اپنے وجود کو نور وسرور بخشاان کی یاد سے دلوں کی فصل بہار کو تازہ وتابندہ رکھنا ان کے تصور وتخیل سے بے قراریٔ دل کے لئے طمانیت وسکنیت کے پھول چننا اور حیات کے ان لمحوں کو سرمایۂ حیات جاننا یہی تو ایک سچے عاشق کی پہچان اور اس کے عشق کا صحیح عرفان ہے پھر یادانکی جنہیں زمانہ زمانے سے یاد کر رہا ہے ذکران کا جنکے ذکر کو خدا نے اپنا ذکر بنالیا ہے۔ بات ان کی جنکی ہر بات ہزار بات کی ایک بات اور محبت وپیار کی سوغات ہے پھر کیوں نہ عشاق ان کے ذکر وفکر میں مست وسرشار رہیں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

.......نبی ﷺ بلکہ تمام انبیاء واولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں۔ مع خدا نبی ﷺ کی یاد مجالس ومحافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا ﷺ ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے درجے دیئے اس وقت یہ کلام کریمہ ''ورفعنا بعضھم درجت'' کی قبیل سے ہوگا چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق'' کے طور پر ہوجائے گا حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے ''ورفعنا لك ذکرك'' اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں اس آیت کریمہ کی تفسیر سید ابن عطا قدس سرہٗ سے یوں نقل فرماتے ہیں ''جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی'' یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔ بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد خدا کی یاد ہے۔ بحکم اطلاق جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے حسن ومحمود ہی رہے گی (اقامۃ القیامہ)

کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام
جان کا فرپر قیامت کیجئے

تصور عشق کا یہی وہ داعیہ تھا کہ آپ نے حمد خدا بھی کیا ہے تو عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر کیا ہے۔ تعریف خدا کی ہے مگر ذکر محبوب خدا کا ہے دیکھئے حمد خدا کا یہ نرالا انداز۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا......تجھے حمد ہے خدایا

وہ کسی اور کا کوئی اور محبوب ہوگا جو ہاتھ کے عصا سے بھی مجبور ہوگا۔

حضرت رضا بریلوی کا محبوب خدا کی عطا سے کونین کا داتا ہے اللہ نے انہیں کونین کے خزانے کی چابی عنایت کی ہے جسے چاہیں جتنا چاہیں عطا فرماتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو اپنے محبوب کے اختیار وعطا پر ایسا یقین کامل حاصل تھا کہ کسی اور کی طرف ان کی غیرت نے کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنے آقا کے کرم پر اعتماد کیا اور آقا نے اپنے در کے اس منگتا کی ایسی پذیرائی فرمائی کہ منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین سے جھولی مراد بھرتی نظر آئی اپنی کرم فرمائیوں سے ایسا مالا مال کیا کہ عالم بے خود وسرخوشی میں وہ اس عنایت بے نہایت پر ہمیشہ وجد کناں رہے دیکھئے ان کے اذعان وایقان کا یہ عالم۔ بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلانہ سہی مگر لا واللہ ہمارا ٹھکانہ تو ان کی بارگاہ بے کس پناہ کے سوا نہیں۔

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں
آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا وللہ اگر بفرض غلط بفرض باطل عالم میں انسے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحاق، بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کر لیا اور اسی کی وجہہ کریم کو حمد قدیم ہے اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے جس کا کھایئے اسی کا گایئے۔

چون دل بادلبرے آرام گیرد
زوصل دیگرے کے کام گیرد

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیا کھائیں کہا چھوڑ کے صدقہ تیرا......(الامن والعلیٰ)

حضرت رضا بریلوی نے علم سے عشق تک اپنے اکابرین کے افکار کی نمائندگی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے علم وعشق کا سلسلۃ المذہب مصطفی ﷺ سے ہوتا ہوا خدا تک متصل ہے جو کچھ لکھا یا کہا ہے ان سے ان اکابر کے افکار وعقائد کی تجلی ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ تحریر کی پختگی اور قول وعمل کی بے مثل درستگی دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان اکابرین کے دامن کی وابستگی اور ان کے افکار وعقائد کی نمائندگی کا فیضان ہمیشہ آپ کا رہبر ورہنما رہا ہے یہی وجہ ہے کہ باوجود یکہ آپ کا سیال قلم دامن قرطاس پر یہ علم وفکر کے لعل وگوہر سجاتا ہی رہتا تھا مگر کہیں پر نہ لفظی تضاد ہے اور نہ ہی کہیں معنوی فساد خود حضرت رضا بریلوی کو اس علائق روحانی ونورانی پر کتنا ناز تھا اس تناظر میں ذرا انکی تحریر دیکھئے علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حوالے سے شواہد وحقائق پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا قائم ہوگیا

مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن مبارک دامنوں سے وابستہ ہے احمد رضا کا سلسلۂ اعتقاد علماء اولیاء، ائمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے والحمدللہ رب العالمین (خالص الاعتقاد)

علم اور عشق کے الگ الگ دائرے اور تقاضے ہیں مگر وہ علم جو عشق کی نورانیت سے متجلی ہو اور وہ عشق جس کے خمیر میں علم کی خوشبو رچی بسی ہو یعنی علم جب عشق کا پاسبان اور عشق جب علم کا ترجمان ہوجائے تو پھر حجابات باقی نہیں رہتے پھر تو دل کی مسند ناز ہوتی ہے اور محبوب کی جلوہ گاہ خاص اور ایسے میں علمی موشگافیوں کے ذریعہ وہ رموز واسرار آشکار ہوتے ہیں کہ بادی النظر میں سوچا بھی نہیں جاسکتا بس دیکھتے جایئے اور جھومتے جایئے علماء کے درمیان یہ مسئلہ بڑا معرکۃ الآرار ہا ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

اپنے اپنے انداز فکر اور پرواز خیال کے دائرے میں سب نے حقائق وشواہد کے اجالے میں گفتگو کی ہے مگر عاشق جمال مصطفوی حضرت رضا بریلوی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ مختلف پیرایۂ بیان میں آپ نے اس کا ادب آموز حل پیش فرمایا ہے۔ بظاہر جواب الگ الگ ہے مگر ہر جگہ ایک ہی سیل عشق کی روانی ہے جو فور محبت کی کہانی سنا رہی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہد و
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیرو شر کی ہے
شان جمال طیبہ جاناں ہے نفع محض
وسعت جلال مکہ میں سود و ضرر کی ہے

کعبہ اللہ کا گھر ہے، اور گنبد خضریٰ سرور کونین کا کاشانہ دل ناصبور سخت حیران ہے کہ کس کو افضل جانے خدا کے گھر کو کہ محبوب خدا کی آرام گاہ کو، یہ وہ نازک فیصلہ ہے جو کوئی بندۂ عشق ہی کرسکتا ہے سنئے عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا کیا کہتے ہیں داد دیجئے ان کے ناموس عشق اور پاس محبت کو کہ محب کی شان بھی بحال اور محبوب پر آنچ بھی نہیں آنے دی فرماتے ہیں:

کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر
ساری بہار دلہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی انیلی دولہن مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجروہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

..........(حدائق بخشش)

فرش گیتی پر صحابہ کرام ومقدس نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے بلاواسطہ خورشید رسالت سے اکتساب نور وفیض کیا قرآن اور صاحب قرآن کے عرفان وفیضان سے جن کے قلب کی دنیا ہمیشہ مست وشاداب رہی جن کی عظمت وشان کا خطبہ قرآن کریم نے پڑھا جن سے محبت کرنے اور رکھنے کا حکم صاحب قرآن نے دیا یہی وجہ ہے کہ وہ حضرات عالم اسلام کے مسلمانوں کے مرکز عقیدت واحترام تھے، ہیں اور رہیں گے۔

حضرت رضا بریلوی کو صحابۂ کرام سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ کیا مجال کہ انکی شان سے گرا ہوا کوئی لفظ آپ سنیں اور برداشت کرلیں ایسے موقع پر آپ تڑپ تڑپ اٹھتے برملا اپنی ناگواری کا اظہار فرماتے خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی ہی سے کیوں نہ ہوئی ہو؟ چنانچہ علامہ طحطاوی جیسے عظیم فقیہ نے ایک جگہ یہ جملہ کہہ دیا ''کماتوھم بعض الصحابۃ'' جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے صحابۂ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا حضرت رضا بریلوی سخت ناگوار گذرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ''اقول ھٰذا اللفظ بعیدعن الادب فلیجتنب'' میں کہتا ہوں یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اسے احتراز کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱ص ۴۴۲) سوچنے کی بات ہے کہ جب وہ صحابہ کے لیے اُن کی شان سے گرا ہوا لفظ سننے کو تیار نہیں ہیں اور اس سلسلے میں اپنے اکابر کی تنبیہ سے بھی گریز نہیں کرتے تو پھر آقائے کونین کی شان میں تحقیر آمیز جملہ سن کر آپ کیسے مضطرب ہوتے ہوں گے......... آپ کی تحریرات میں ہر وہ جگہ جہاں آپ نے عظمت رسول کے تعلق سے دفاعی مورچہ سنبھالا ہے آپ کے عشق کا تیور دیکھنے کے لائق ہے یہ شعر انہیں ورد واضطراب کا اعلامیہ ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

ان کی شخصیت کے جس رخ کو دیکھئے محسوس یہ ہوگا کہ ان کی سوچ وفکر پر بھی غیرت عشق کے پہرے بیٹھے ہوئے ہیں ان کی تحریر کی رگ رگ میں جو ہم عشق رسول کے شرارے دیکھتے ہیں یہ تصور جانا میں ڈوبے رہنے ہی کا نورانی فیضان ہے۔ یہ فیضان مدینہ کی محسوس برکتیں نہیں تو اور کیا ہیں کہ سرکار دوعالم کے عرفان محبت کے لیے آپ کی شخصیت کامل پہچان تسلیم کی جاری ہی ہے جو جس قدر آپ سے فکری رشتہ مضبوط رکھتا ہے وہ اتنا ہی کامل الایمان سمجھا جاتا ہے بلکہ بقول حضرت علامہ سید علوی مالکی آپ کی محبت ایمان کی پہچان اور آپ سے بغض نفاق کی علامت ہے (دبستان رضا)

بس یہ سمجھ لیجئے کہ عشق مصطفےٰ کی تصویر پر تنویر کا نام احمد رضا ہے.........عظمت صحابہ کے پاسبان کا نام احمد رضا ہے........ اکابرین ملت اور اساطین امت کی امانت کا نام احمد رضا ہے........ غوث اعظم کے کردار اور امام اعظم کے افکار کا نام احمد رضا ہے........

ان کے اپنے تو ان کو عاشق مصطفیٰ مانتے ہی ہیں کمال یہ ہے کہ ان کے بیگانے بھی انہیں عاشق مصطفیٰ ہی جانتے ہیں مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں میرے دل میں احمد رضا کے بے حد احترام وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا (دبستان رضا) تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کہتے ہیں ''اگر کسی کو محبت رسول سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے''۔ (مجلہ معارف رضا ۱۹۹۱) مولوی ادریس کاندھلوی کہتے ہیں۔ مولانا احمد رضا کی بخشش تو انہیں فتوؤں کے سبب ہوجائیگی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کردی۔ (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت)

ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی شبانہ یومیہ محنت سے مسلمانوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ کی جوت جگادی، وہ نام سے لیکر کام تک ہر شئ میں نسبت محمدی کو زندہ دیکھنا چاہتے تھے وہ جلوت وخلوت کو ان کے انوار وتجلیات سے آباد رکھنے کے داعی تھے دیکھئے انکو علوے فکر تقدیس خیال، تطہیر بیان، فرماتے ہیں یوں تو عبد اللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے۔ (الملفوظ)

لوگ بندہ ہونا آسان سمجھتے ہیں مگر بندہ کی حقیقت کو سمجھنا اور بندگی کی تہہ میں چھپے ہوئے لعل وگوہر سے آشنا ہونا کتنا مشکل ہے یہ اہل نظر ہی جانتے ہیں اس حقیقت کے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب کو سرکانا احمد رضا ہی کو آتا ہے یہ انہیں کے عشق کا حصہ ہے ہر عبداللہ کو حقیقی عبداللہ بن جانے کی طرف جو آپ نے اشارہ کیا ہے وہ خود آپ کے فنافی الرسول سے فنافی اللہ ہوجانے کا روشن ثبوت ہے فہم کا یہی عروج، فکر کا یہی ارتقا، اور فنا للبقاء کا یہی وہ ادعیہ تھا جس نے آپ کو اپنے نام احمد رضا کے ساتھ عبدالمصطفیٰ لکھنے پر مجبور کیا تھا، اپنے اس انداز نظر پر وہ اتنے مسرور ہیں کہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

حضرت رضا بریلوی کا معیار محبت اتنا بلند ہے کہ اس بلندی کو جھانکتے ہوئے کج کلاہان زمانہ کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں بہت سے حضرات نے ان کے شدت عشق کو عقل کے پیمانے سے ناپنے کی ناکام کوشش کی ہے حق یہ ہے کہ احمد رضا کے عشق کو سمجھنے کے لئے کسی احمد رضا ہی کی ضرورت ہے....... عشق حقیقی کا اصلی معیار کیا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ آپ نے نکھار کر پیش کردیا ہے بلکہ پوری زندگی اس پر عمل پیرا بھی رہے سنئے وہ کس درد وسوز سے فرماتے ہیں دشمن تین ہیں ایک تیرا دشمن، ایک تیرا اے دوست کا دشمن، ایک تیرے دشمن کا دوست، اللہ عزوجل کے دشمن تینوں قسم کے ہیں ایک تو ابتداء ان کے دشمن، دوسرے محبوبان خدا کے دشمن تیسرے ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں، ہر مسلمان پر فرض عظیم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے، اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے یہ ہمارا عین ایمان ہے بحمدہٖ تعالیٰ میں نے جیسے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی ہے۔ (الملفوظ)

ان کا یہ تصور عشق ان کی عظیم نظم ونثر تک محیط ہے۔ انکی نگارشات کا قاری جانتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کے جلوے ہیں کہیں

نعت مصطفیٰ کی زمزمہ خوانی ہے اور کہیں اولیاء کرام کی مدح سرائی اور کہیں دشمنان محبوبان خدا کی تحقیر ومذمت چونکہ ان کی زندگی عشق مصطفیٰ ہی سے عبارت تھی وہ انہیں کے لئے جی رہے تھے انہیں کی محبت کے لطائف سے اپنے نہاں خانہ دل کو سنوارا کرتے تھے اس لئے انہیں اس بارگاہ عالی سے اس کا حسین صلہ ملنے کا بھی یقین واثق تھا دنیا سے ایمان کی دولت گراں بے بہا لے کر جانا کس صالح قلب کی تمنا نہیں ہے لیکن حضرت رضا بریلوی کا انداز تمنا دیکھئے:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

قبر کی تاریکی، اکیلا پن اور اس پر نکیرین کے سوالات کون ہے جو اس تصور سے گھبرا نہ جائے لیکن حضرت رضا بریلوی کا اطمینان دیکھئے فرماتے ہیں:

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

آقائے کونین کے عشق سے انہیں اور کیا کیا نعمتیں ملیں، انہوں نے عشق مصطفیٰ کو کیسا پایا زندگی عشق مصطفیٰ کی نذر کردی انجام کیا ہوا اور انعام کیا ملا، تو فرماتے ہیں:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

□□□

■ محمد ناظم عطاری الہاشمی

اصلاح معاشرہ اور امام احمد رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے معاشرے کی خرابیوں کو دور کرنے کی جو کوششیں کی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب مسلم معاشرے میں طرح طرح کی خرابیاں اور برائیاں گھر کر گئی تھیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے نہ ان خرابیوں کو محسوس اور ایک مصلح کے طور پر ان خرابیوں کو دور کیا۔ ہم اصلاح معاشرہ کے تعلق سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی کوششوں کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

1۔ نسب پر فخر کرنا: آج کے دور میں نسب پر فخر کرنا عام وبا ہے ہر کوئی اپنے آپ کو نسب کے اعتبار سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ تقوے والا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ)

اور فرماتے ہیں ''اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہے''۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ''دھوبی (مسلمان) کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کھانا ناپاک ہے، باطل ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ)

2۔ طاقوں پر شہید مرد: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت یا طاق پر شہید رہتے ہیں، اور وہاں جاکر لوگ فاتحہ دلاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت اس تعلق سے فرماتے ہیں ''یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانا حماقت (بیوقوفی) اور بطالت ہے، اسکا ازالہ لازم''۔ (احکام شریعت، حصہ اول)

4۔درود شریف کی جگہ صاد، صلعم لکھنا: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی الہ وصحبہ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرما۔ ت)

درود شریف کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلع یا صلعم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنیٰ ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم۔ (القرآن الکریم ۲ / ۵۹) میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انہیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی۔ فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون ۳؎ (القرآن الکریم ۲ / ۵۹)

ترجمہ: تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکم کا۔

یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت) بلکہ فتاویٰ تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذ اللہ تخفیف شان نبوت بتایا۔

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہیے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا، کافر ہو گیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شبہ سے بچنے میں ہے۔

(۱؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱ / ۶)

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ 466)

5۔ مشکل کشا کا روزہ: اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ عورتیں مشکل کشا کا روزہ رکھتی ہیں یہ کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''روزہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اسکا ثواب مولیٰ علی کو نذر کریں تو کوئی حرج نہیں۔ مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں، شام کو افطار نہیں کرتیں۔ آدھی رات کے بعد گھر کا کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں۔ اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں۔ یہ شیطانی رسم ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴)

6۔ پتنگ بازی: پتنگ بازی اور اسکی لوٹی ہوئی ڈور کے تعلق سے فرماتے ہیں ''کنکیا اڑانا لہو ولعب (کھیل کود) ہے اور لہو ناجائز ہے۔ اور اس ڈور (لوٹی ہوئی ڈور) سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے''۔ (احکام شریعت، حصہ اول)

7۔ مرد کا چوٹی رکھنا: آج کل کچھ لوگ جو اپنے آپ کو صوفی اور فقیری لائن کے کہلاتے ہیں، ان لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ لمبی لمبی چوٹی رکھ لیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "مرد کو چوٹی رکھنا حرام ہے اگر چہ کچھ فقیر رکھتے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں"۔ (الملفوظ)

8۔ تاش و شطرنج کھیلنا: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تاش وشطرنج کھیلنا دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ (احکام شریعت، صفحہ 231)

9۔ شادی کی رسمیں: آج کل شادی میں بہت ساری غلط رسمیں رائج ہوگئی ہیں، وہ مسلمان جو مغربی تہذیب کا دیوانا ہو گیا ہے وہ ان رسموں کو بجالانا اپنے لئے فخر سمجھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "آتش بازی جس طرح شادیوں میں اور شب برأت میں رائج ہے، بیشک حرام اور پورا حرام ہے کہ اس میں مال کو برباد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد (شہروں) میں معمول ورائج ہے بلاشبہ ممنوع اورناجائز ہے"۔

اسکے آگے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہر گز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ (بھول کر) شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں اور ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو، سب مسلمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اٹھ جائیں"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹)

01۔ انگریزوں کی بنی اشیاء کا حکم: انگریزوں اور کافروں کی بنی ہوئی اشیاء کے استعمال کے متعلق اعلی حضرت فرماتے ہیں۔ اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہے محض شبہ پر نجس وناجائز نہیں کہہ سکتے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 620)

11۔ فال نکالنا: لوگوں کا قرآن پاک اور دیگر کتب سے فال نکالنے کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ فال ایک قسم کا استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں، اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاول جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 397)

21۔ انگریزی قلم و روشنائی سے تعویز لکھنا: انگریزوں اور کافروں کی بنی ہوئی قلم اور روشنائی سے تعویز لکھنے کے متعلق اعلی حضرت علیہ رحمہ فرماتے ہیں۔ تعویذات و اعمال میں ایسی اشیاء سے احتراز ضرور ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو، اگر چہ بروجہ شہرت وشبہ جیسے پڑیا کی رنگت اس سے تعویذ نہ لکھا جائے بلکہ ہندوستانی سیاہی سے لکھا جائے، رہا وہ قلم وہ مثل سیاہی تعویذ کا جز نہیں ہوجاتا لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کاموں میں انگریزی اشیاء سے احتراز بہتر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 397)

31۔ بے وضو وظائف پڑھنا: اوراد و وظائف کے پڑھنے کے آداب کو بیان کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکر الٰہی بتائے ہیں ان کو بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، ان میں حسب حاجت بات بھی کر سکتے ہیں یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی گئی ہے، اس میں بات نہ کی جائے اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقا منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ وہ جواب دے یا نہ دے۔ ہاں اگر کسی کو سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب بنے تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم واعظم ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 399)

41۔ سفر کس دن کیا جائے: اعلی حضرت علیہ الرحمہ سفر پر جانا کس دن بہتر ہے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں، ہر سفر پر جانے کو دوشنبہ، پنجشنبہ، شنبہ بہتر ہیں نہ ایسے کہ ان کی رعایت واجب ہو بلکہ حرج نہ ہو تو اولی ہے اور حرج ہو تو جس دن بھی ہو تو اللہ پر توکل کرے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 400)

51۔ مسجد میں سوال کرنا: مساجد وغیرہ میں اونچی آواز میں چندہ مانگنے اور سوال کرنے کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، جو مسجد میں غل مچادیتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقا حرام ہے، اپنے لیے ہو خواہ دوسروں کے لیے (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 401)

61۔ شہید قرآن عظیم کے اوراق کا کیا کیا جائے: قرآن عظیم کے بوسیدہ اوراق اور پھٹ جانے والے صفحات کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اسے مثل مسلم دفن کریں یعنی اوراق کو جمع کر کے پاک کپڑے میں لپیٹیں اور ایسی جگہ جہاں پاوں نہ پڑتا ہو عمیق بغلی قبر اس کے لائق کھود کر اس میں سپرد کر دیں، اگر اوراق تھوڑے ہوں تو یہ سب سے اولی ہے کہ ایک ایک یا زیادہ کا تعویذ بنا کر اطفال مسلمین کو تقسیم کر دیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 404)

71۔ اللہ کے نام دس لوگوں کو بھیجنا: اکثر لوگوں کو موبائل پر یا کوئی کارڈ وغیرہ تقسیم کیے جاتے ہیں جن پر اللہ کے نام یا قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں کہ یہ میسیج یا کارڈ دس لوگوں میں تقسیم کریں ورنہ نقصان ہوگا، اس کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یہ محض بے اصل

بات ہے، اس پر عمل نہ کیا جائے، ناحق تضیع مال ہے اور دھمکی غلط و باطل ہے، ان کارڈوں پر ناخدا ترس لوگ آیات کریمہ لکھتے ہیں کہ ان کی نو نقلیں کر کے بھیجو حالانکہ وہ بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ میں آتی ہیں اور زمین پر رکھ کر ان پر ڈاک کی مہریں لگائی جاتی ہیں، قرآن عظیم کی اس بے ادبی کا وبال ان لکھنے والوں پر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 404)

81۔ سفارش کرنا: لوگوں کی کسی کے متعلق سفارش کرنے کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلا سفارش کر کے مظلوم کو اس کا حق دلا دینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچلا لینا یا کسی محتاج کی مدد کرا دینا سفارش حسنہ ہے، ایسی سفارش کرنے والا اجر پائیگا اگر چہ اس کی سفارش کارگر نہ ہو، اور بری بات کے لئے سفارش کر کے کوئی گناہ کرا دینا سفارش سیئہ ہے اس کے فاعل پر اس کا وبال ہے اگر چہ نہ مانی جائے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 407)

91۔ مرد کا انگوٹھی پہننا کیسا: مرد کا انگوٹھی پہننے کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ شرعا چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی کہ وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگر چہ بے حاجت مہر اس کا ترک افضل ہے۔ اور مہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنت ہے ہاں تکبر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جدا ہے۔ یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ سارا دارومدار نیت پر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 141)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں، مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیورِ زنان ہو گیا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 544)

02۔ مزارات پر عورت کی حاضری: مزارات پر عورت کی حاضری کے متعلق اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ مزار پر عورت کا جانا سوائے روضہ رسول شریف صلی اللہ علیہ وسلم جائز نہیں۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لعن اللہ زوارت القبور (قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔)

(۲۔ مسند احمد بن حنبل حدیث حسان بن ثابت دار الفکر بیروت ۳/ ۴۴۲)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا ۔ میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔ (سنن ابی داود)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد الٰہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حُزن مقصود ہو تو مطلقا حرام۔

اقول: قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قُرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیّۃ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المند وبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 735)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزاروں پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں"۔ (الملفوظ)

12۔ بیماری کا اڑ کر لگنا: لوگوں میں مشہور ہے کہ ایک سے بیماری اڑ کر دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ اس باطل نظریے کا رد کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کسی کو بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے کہ یہ خیال تو باطل محض ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں اسے رد فرمایا:

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مرض میں تعدیہ نہیں۔ (بخاری) (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 102)

22۔ شادی میں ڈھول باجے: شادیوں میں ڈھول باجے جیسی خرافات کا رد کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ شرع مطہر نے شادی میں دف جس میں جلاجل نہ ہوں اور قانون موسیقی پر نہ بجائیں جائز رکھا ہے۔ ڈھول تاشے باجے جس طرح رائج ہیں جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 154)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ دف کہ بے جلاجل یعنی بغیر جھانجھ کا ہو اور تال سم کی رعایت سے نہ بجایا جائے اور بجانے والے نہ مرد ہوں نہ ذی عزت عورتیں، بلکہ کنیزیں یا ایسی کم حیثیت عورتیں اور وہ غیر محل فتنہ میں بجائیں تو نہ صرف جائز بلکہ مستحب و مندوب ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 643)

32۔ گھر، گھوڑا، عورت کو منحوس سمجھنا:

آج کل لوگوں میں ہندووں والی جاہلانہ سوچ اور نظریات بہت پائے جاتے ہیں۔ جن میں ایک نظریہ گھر، گھوڑا اور عورت کو منحوس سمجھنا بھی ہے کہ ان کی وجہ سے بلائیں آتی ہیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ اس باطل نظریے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ گھر اور گھوڑا اور عورت منحوس سمجھنا یہ سب محض باطل و مردود خیالات ہندوؤں کے ہیں، شریعت مطہرہ میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 220)

42۔ ستاروں کی وجہ سے بارش کا آنا: لوگوں میں

ایک یہ غلط نظریہ بھی رائج ہے کہ ستاروں کی وجہ سے بارشیں آتی ہیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ کواکب (ستاروں) میں کوئی سعادت ونحوست نہیں اگر ان کو خود مؤثر جانے شرک ہے اور ان سے مدد مانگے تو حرام ہے ورنہ ان کی رعایت ضرور خلاف توکل ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،21 صفحہ 224)

52۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نیاز: آج کل عورتیں اپنے گھروں میں حضرت فاطمہ کی نیاز دلواتی ہیں اور اس نیاز کو اسی کمرے میں بیٹھ کر کھانا ہوتا ہے اور مردوں کو یہ نیاز کھانے نہیں دی جاتی ۔۔ اعلی حضرت علیہ رحمہ نے اس غلط عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی فاتحہ کا کھانا مردوں کو کھانا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،21 صفحہ 642)

62۔ ڈوروں کی رسم: بعض جہلا ڈوروں کی رسمیں کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتون جنت ہر کسی کے گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا ان کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلادو۔ اس باطل نظریے کا رد کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل ومردود ہے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس کی نسبت محض جھوٹ بڑا افترا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،23 صفحہ 271)

72۔ روٹی کے چار ٹکڑے کرنا: عوام میں یہ مشہور ہے کہ روٹی کے چار ٹکڑے کرنا سنت ہے۔ اس بات کا رد کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ روٹی کے چار ٹکڑے کرنا کوئی ضروری بات نہیں، (فتاوی رضویہ، جلد ،21 صفحہ 669)

اس کا مطلب یہ ہے کہ روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھانا سنت میں شامل نہیں ہے۔

82۔ انسان پر اولیا، کی سواری کا آنا: لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ انسانوں پر اولیاء کی سواری آتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ نرا ڈھونگ ہوتا ہے جو کہ حب جاہ اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے مرد و عورت عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور بھیڑ جمانے کے لیے ایسا کرتے ہیں اور بسا اوقات یہ شریر جنات ہوتے ہیں جو کہ کسی انسان پر غلبہ پا کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ اس غلط نظریے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ (شریر جنات) سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ، اس وجہ سے جہلائے بے خرد میں شہیدوں کا سر پر آنا مشہور ہوگیا ورنہ شہداء کرام ایسی خبیث حرکات سے منزہ ومبرا ہیں، (فتاوی رضویہ، جلد ،21 صفحہ 218)

03۔ نکاح کسی تاریخ کو منع نہیں: اکثر لوگ ۳، ۱۳ یا ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ پنجشنبہ و یک شنبہ و چہارشنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا۔ اس باطل نظریے کا رد کرتے ہوئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سب باطل و بے اصل ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،23 صفحہ 272)

13۔ بہن بیٹی کے گھر کھانا پینا: جاہل عوام بہن بیٹیوں کے گھر کھانا پینا غلط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے نقصان ہوتا ہے۔ اعلی حضرت اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسم مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا برا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے یہ رسم ضرور ناپاک ومردود ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،23 صفحہ 272)

23۔ ماتھے پر ٹیکہ لگانا: شادیوں میں عورتیں ہندوؤں کی طرح ماتھے پر ٹیکا لگاتی ہیں۔ اس رسم کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ رسم ناجائز و گناہ ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،23 صفحہ 274)

53۔ کبوتر، مرغ اور بیٹر کا پالنا: آج کل لوگوں نے کبوتر، مرغ اور بٹیر گھروں میں اڑانے اور لڑانے کے لیے پالیں ہیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ کبوتر پالنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے، اور کبوتر اُڑانا کہ گھنٹوں ان کو اُترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،24 صفحہ 659)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مؤدی نہ ہو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکنے جو کسی کا شیشہ توڑیں یا کسی کی آنکھ پھوڑیں یا کسی کا دم بڑھائے اور تماشا ہونے کے لئے دن بھر انہیں بھوکا اُڑائے جب اُترنا چاہیں نہ اُترنے دیں ایسا پالنا حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ،24 صفحہ 654)

63۔ کتا پالنا: لوگوں میں آج کل کتے پالنے اور ان کے لڑانے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ اس رواج کے متعلق اعلی حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: جو کتا پالے مگر گلی کا کتا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ ورسول جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) (بخاری شریف)

توصرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے، دوسرا وہ کتا جو گلی یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو، ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ

ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 658)

73۔ مردوں کا مہندی لگانا: آج کل شادی بیاہ کے موقع پر مردوں میں مہندی لگانے اور لگوانے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ اس رواج کو رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں میں بھی مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: مہندی لگانی عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی۔ کیونکہ حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔ اور عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو سکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے۔ اور مہندی استعمال میں بھی محض ضرورت کی بنا پر بطور دوا اور علاج ہو، زیب وزینت اور آرائش مقصود نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 542)

83۔ بچوں کے ساتھ جھوٹا وعدہ کرنا: لوگ اپنے بچوں کے دل بہلانے کے لیے ان کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ان جھوٹے وعدے کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بہلانے کے لئے جھوٹے وعدے نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 453)

93۔ محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا: ہمارے معاشرے میں جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ منانے کے لیے سبز اور سیاہ کپڑے پہن لیتے ہیں۔ اس علامت سوگ کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ یہ شعار رافضیاں ریام ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 756)

04۔ مردوں کا سیاہ خضاب لگانا: آج کل مرد حضرات اپنے سفید بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے کالی مہندی اور سیاہ خضاب کا استعمال کرتے ہیں۔ اس بات کا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا۔ سیاہ خضاب خواہ مازو و ہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل وحنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں: سیاہ خضاب لگانا حرام ہے صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصاً۔ (اشعۃ اللمعات)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 484)

اسکے علاوہ بہت ساری بدعتوں اور برائیوں جیسے تعزیہ داری وغیرہ کا اعلیٰ حضرت نے خوب خوب رد فرمایا ہے۔

اوپر ذکر کی گئیں تمام باتوں سے یہ بخوبی پتہ چل گیا کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنی پوری زندگی بدعتوں اور برائیوں کا رد کرتے رہے۔ وہ لوگ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بدعتوں کو فروغ دیا۔ وہ تعصب کا چشمہ اتار کر دیکھیں تو ضرور وہ اس حقیقت پر پہنچیں گے کہ یہ انکا الزام سراسر بہتان اور جھوٹ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعلیٰ حضرت کے فیض سے مالا مال فرمائے انکی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ ☆ ☆

مطالعۂ رضویات

احمد رضا صابری

انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کی فہرست میں سب سے طاقتور اور مؤثر ذریعہ مانا جانے والا انٹرنیٹ انسانی زندگی میں اس قدر جگہ بنا چکا ہے کہ اب ایک قدم بھی اس کی مدد کے بغیر چلنا دشوار ہوتا جارہا ہے۔ انٹرنیٹ کا انسانی زندگی میں عمل دخل کس قدر بڑے پیمانے پر ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت دنیا کی تقریباً ۲۹ رفیصد آبادی انٹرنیٹ استعمال کررہی ہے۔

حد تو یہ ہے کہ اب یہ سوال غلط مانا جانے لگا ہے کہ انٹرنیٹ پر کیا کیا ملتا ہے بلکہ صحیح سوال یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر کیا کیا نہیں ملتا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ تلاش سکیں تو ہر چیز ہے۔ بہر حال انٹرنیٹ ایک مجرد آلہ ہے جس کے استعمال پر موقوف ہے کہ ہم اُسے خیر کے لیے استعمال کریں یا شر کے لیے۔ انٹرنیٹ علوم وفنون کے مندرجات کی ایک ایسی لائبریری ہے کہ دنیا کی عظیم سے عظیم لائبریری بھی تنہا اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ یونہی اسلامی علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، تفسیر، افتاء وغیرہ سے متعلق ایسا کوئی موضوع نہیں جس کے تعلق سے انٹرنیٹ پر مواد فراہم نہ ہو۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی فکر اور ان کے مسائل وفتاویٰ کے تعلق سے اگر انٹرنیٹ کا مطالعہ کیا جائے تو فکر حیران رہ جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی جلوہ سامانی انٹرنیٹ پر کس قدر کثرت کے ساتھ ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں جن علماء فضلاء فقہا اور محدثین کا انٹرنیٹ پر ذکر ہوا ہے اُن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سرفہرست ہیں۔ حتیٰ کہ کلی طور پر ان ویب سائٹس، بلاگز یا سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس کی تعداد متعین کرنا مشکل ہے جن پر اعلیٰ حضرت کسی نہ کسی طرح سے مذکور ہوئے۔

ہم نے ایک حقیری کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق اُن اشاریوں کا ذکر کروں جن کے ذریعہ انٹرنیٹ پر اعلیٰ حضرت کی فکر سے متعلق ویب سائٹس، سرچ انجن یا سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس پر آسانی سے پہنچا جاسکے اور ضرورت مند حضرات اپنے لیے مواد اکٹھا کرسکیں۔

انٹرنیٹ پر دنیا کا سب سے بڑا سرچ انجن (تلاش کا آلہ) مانا جانے والا ''گوگل'' اعلیٰ حضرت کی فکر وتحریر کا سب سے بڑا گواہ بنا ہے۔ اگر آپ اپنے کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل، ٹیبلیٹ، فبلیلیٹ وغیرہ کے انٹر نیٹ فراہم کرنے والے سافٹ ویر Internet Explorel (انٹرنیٹ ایکسپلورل) پر www.google.com ٹائپ کریں گے تو گوگل کا صفحہ کھل جائے گا۔ اس کے بعد آپ گوگل میں اگر ''امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی'' یا ''امام احمد رضا'' یا صرف ''فاضل بریلوی'' اردو یا انگریزی میں ٹائپ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ اعلیٰ حضرت کے فکر کی عظیم دنیا میں آپ داخل ہوچکے ہیں۔ ہزار ہا دفتر کتب ایک طرف اور گوگل کا یہ سرچ انجن ایک طرف آپ پڑھتے جائیں پڑھتے جائیں نہ یہ سرچ انجن ختم ہوگا نہ ہی آپ کی تشنگی بجھے گی۔

گوگل پر اعلیٰ حضرت سے متعلق جو چیز سرفہرست ہے وہ ہے ''احمد رضا خان ویکیپیڈیا'' ویکیپیڈیا دراصل ایک دائرۃ المعارف ہے جو کہ مشترکہ طور پر اسکے قارئین وناظرین تحریر کرتے ہیں۔ یہ دائرۃ المعارف ایک خاص قسم کی ویب سائٹ کا استعمال کرتا ہے جو کہ وکی کہلاتی ہے اور تحریری اشتراک میں سہولت پیدا کرتی ہے۔ لاتعداد افراد، ہر گھنٹے میں بے شمار ترمیمات واضافے کرکے مستقل ویکیپیڈیا کو ترقی دے رہے ہیں، یہ تمام ترمیمات ویکیپیڈیا میں دائیں جانب دیئے گئے'' حالیہ تبدیلیاں'' میں محفوظ کرلی جاتی ہیں۔ اسکے علاوہ صفحات میں کی گئی ترمیمات، ان صفحات کے'' تاریخچہ'' کے حصے میں محفوظ ہوجاتی ہیں جنکو آپ'' ترمیم'' کے بٹن کے برابر میں موجود، ''تاریخچہ'' پر کلک کرکے دیکھ سکتے ہیں۔ نامناسب، غلط اور غیر تاریخی ترمیمات کو سرعت سے حذف کردیا جاتا ہے۔ وکیپیڈیا کو جنوری ۲۰۰۱ء میں شروع کیا گیا تھا اور اردو میں اس کا آغاز مارچ ۲۰۰۴ء میں ہوا۔

ا۔ احمد رضا خان ویکیپیڈیا:

احمد رضا خان ur.wikipedia.org/wiki/

جب آپ مذکورہ لنک پر کلک کریں گے تو آپ کے سامنے ایک صفحہ

کھل کر آئے گا۔ جس پر اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مندرجہ ذیل موضوعات پر تشفی بخش معلومات اردو اور دنیا کی کئی دیگر زبانوں میں فراہم کی گئی ہے جس کے بالکلیہ ثقہ ہونے کا دعویٰ تو ہم نہیں کر سکتے لیکن بیشتر معلومات واقعات وحالات کے عین مطابق اور حوالہ جات سے مزین ہیں مثلاً:

- **پیدائش:** (اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی پیدائش)
- **بچپن:** (بچپن کے واقعات)
- **بسم اللہ خوانی:** (بسم اللہ خوانی اور آغاز حصول تعلیم)
- **سلسلہ تعلیم:** (حصول تعلیم کا عرصہ اور واقعات اور سنہ فراغت وغیرہ)
- **معلمین:** (ان حضرات کے اسماء جن سے اعلیٰ حضرت نے اکتساب علم وفیض حاصل فرمایا)
- **بیعت و خلافت:** (بیعت وخلافت کا واقعہ)
- **حج و زیارت:** (اعلیٰ حضرت کے حج وزیارت کی تعداد اور واقعات)
- **اشاعت اسلام:** (اعلیٰ حضرت کے تبلیغی واصلاحی کارناموں کا ذکر)
- **رد وھابیت:** (نیچریوں، مکار صوفیوں، غیر مقلد وہابیوں، دیوبندی وہابیوں، قادیانیوں کے رد بلیغ کے واقعات)
- **تصانیف:** (تصانیف، فتاویٰ اور رسائل کا ذکر)
- **حدائق بخشش:** (نعتیہ کلام اور حدائق بخشش کا ذکر)
- **کنز الایمان ترجمہ قرآن شریف:** (ترجمہ قرآن کا ذکر)
- **وصال یار:** (وفات حسرت آیات کی تاریخ اور سنہ)
- **درگاہ شریف:** (مزار جو کہ مرجع خلائق ہے)
- **اعلیٰحضرت پر پی ایچ ڈی:** (دنیا بھر کے اُن خوش نصیب اسکالرز کے اسمائے گرامی اور تاریخ جنہوں نے اعلیٰ حضرت پر تحقیق کی اور ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی)
- **حوالہ:** (اُن کتب و رسائل کا ذکر جن سے مذکورہ تحاریر کو رقم کرنے کے لیے مدد لی گئی)
- **بیرونی روابط:** (احمد رضا خان کی کتابیں انٹرنیٹ پر، اہرام مصر اور امام احمد رضا خان، اردو اور انگریزی میں احمد رضا خان کی نعتیں)

اس کے بعد زمرہ جات کے طور پر مندرجہ ذیل سرخیوں کا لنک پیش کیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے آپ اس سے جڑی معلومات وہاں پر کلک کر کے حاصل کر سکتے ہیں مثلاً:

● اسلامی سانچے ● بھارتی صوفیاء ● بریلوی بھارتی مصنفین ● 1856ء کی پیدائشیں ● 1921ء کی وفیات ● مسلم علماء ● مسلم تاریخی شخصیات ● نعت خواں ● نعتیہ شاعر ● مجددین ● بریلی کی شخصیات ● بریلوی علماء ● احناف مترجمین قرآن

مذکورہ سرخیوں میں سے آپ جس کے متعلق جانکاری حاصل کرنا چاہیں اس پر اپنے ماؤس کا بایاں بٹن کلک کریں آپ کو پوری جانکاری فراہم کر دی جائے گی۔ اتنا ہی نہیں اگر دوران مطالعہ کسی بھی شعبے میں مزید معلومات درکار ہو تو اس سطر میں موجود نیلے کلر کے الفاظ پر کلک کریں ایک نیا صفحہ کھلے گا جس میں آپ کو اس سے متعلق مزید معلومات فراہم کی جائے گی۔

اس کے بعد اس ویکیپیڈیا کے بائیں جانب ایک کالم پیش کیا گیا ہے جس میں عالم اسلام کی چند معروف شخصیات، ادارے اور تحریکات کا ذکر کیا گیا ہے جن کا بالواسطہ یا بلا واسطہ اعلیٰ حضرت سے ہے اور جن سے متعلق ویکیپیڈیا (دائرۃ المعارف) انٹرنیٹ پر موجود ہے جو کہ یقیناً نامکمل ہے مثلاً:

اہم شخصیات:

● فضل حق خیر آبادی ● سید کفایت علی کافی ● احمد رضا خان ● نعیم الدین مرادآبادی ● عبد العلیم صدیقی ● مصطفی رضا خان ● مفتی احمد یار خاں نعیمی ● مفتی غلام جان قادری ● یار محمد بندیالوی ● ارشد القادری ● احمد سعید کاظمی ● مولانا شاہ احمد نورانی ● محمد اختر رضا خان قادری ● محمد عبد الحکیم شرف قادری ● ابو البرکات احمد ● سرفراز احمد نعیمی شہید ● عبد القیوم ہزاروی ● فیض احمد اویسی ● محمد ارشد القادری ● اشرف آصف جلالی ● حامد رضا خان ● قاری سید صداقت علی ● محمد الیاس قادری ● محمد شفیع اوکاڑوی ● کوکب نورانی اوکاڑوی ● محمد خان قادری ● مفتی منیب الرحمان

اہم ادارے:

● جامعہ رضویہ منظر اسلام (بھارت) ● دار العلوم حزب الاحناف (پاکستان) ● جامعہ اسلامیہ لاہور (پاکستان) ● جامعہ اسلامیہ رضویہ (پاکستان) ● جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان) ● جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ (پاکستان) ● جامعہ نعیمیہ لاہور (پاکستان) ● دار العلوم حزب الاحناف (پاکستان)

تحریکیں:

● جنگ آزادی ہند 1857ء ● آل انڈیا سنی کانفرنس ● جمیعت علمائے پاکستان ● تحریک ختم نبوت ● دعوت اسلامی ● تعلیم وتربیت اسلامی پاکستان ● تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

۲۔ ہماری اردو پیاری اردو:

www.ourardu.com

مذکورہ ویب سائٹ پر مختلف عنوانات کے حوالے سے بے شمار مذہبی علمی، ادبی، عصری اور سیاسی مضامین موجود ہیں جو کہ لائق استفادہ ہیں۔ تاریخ اسلام: ماضی حال اور مستقبل کے کالم میں "ولادت باسعادت حضرت سیدنا

الامام احمد رضا خان فاضل بریلوی'' کی سرخی کے ساتھ ایک مختصر مگر دلپذیر انداز سے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ جہان'' جہان حمد ونعت'' کے کالم میں شہباز حسین رضوی نے شجرہ عالیہ قادریہ رضویہ لکھا ہے۔ اسی کالم میں ''معراج حضور ﷺ (۱۳۲۸ھ)، کلام الامام وامام الکلام بمعہ تضمین'' کی سرخی کے ساتھ منا پہلوان نے اعلیٰ حضرت کے قصیدہ معراجیہ پر تضمین نقل کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور کلام بر موقع معراج النبی ﷺ جس کا تاریخی نام معراجِ حضور ﷺ ہے کیونکہ یہ کلام 1328 ہجری میں لکھا گیا تھا اور معراجِ حضور میں بھی حروفِ ابجد کے اعتبار سے اتنے اعداد بنتے ہیں۔

یہ کلام خود ایک شاہکار ہے، جو کہ چند گھنٹوں میں لکھ لیا گیا، گویا فی البدیہہ لکھا یا برجستہ لکھا، مزید اس پر شامل تضمین جو کہ حکیم واصف حسین صاحب کی فرمائش پر مولانا حسن اثر قادری نے رقم فرمائی وہ بھی اس کلام کی تشریح کا کام دیتی ہے۔

اس کلام کو مکمل پڑھیے اور تا بہ مقدور باوضو ہوکر پڑھیے۔ ان شاء اللہ عزوجل لطف وسُرور کی نئی دنیا سے آشنائی اور محبوبِ حق کی عرش پر جلوہ آرائی اور خالق کائنات کی کبریائی میں فکر آرائی ایسی نعمتیں نصیب ہوں گی۔

اس کلام کی تضمین میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ تضمین اصلِ کلام کے صرف پہلے مصرعے کے مطابق ہی نہیں بلکہ مصرعہ اول کے دونوں اجزاء کے مطابق ہے، یعنی اگر پہلے مصرعہ کے دو حصے کریں تو تضمین کے ہر مصرعے کا جزاول اصل کلام کے مصرعہ اول کے جزءاول اور تضمین کے ہر مصرعے کا جزءدوم اصلِ کلام کے مصرعہ اول کے جزءدوم سے مطابقت رکھتا ہے

مذکورہ تضمین طوالت کے خوف سے ہم یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

اسی کالم میں شہباز حسین رضوی نے ''سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے'' کے عنوان سے حضور اعلیٰ حضرت کی مشہور نعت پاک درج کی ہے۔ بعدہ پھر منا پہلوان ''حدائق بخشش'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اس تھریڈ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی شاعری جو کہ حمد، نعت، مناقب واصلاحی کلام پر مشتمل ہے اس کو آپ کے ساتھ شیئر کرنے جارہا ہوں، جس کو فنِ نعت میں امام الکلام اور کلام الامام بھی کہا جاتا ہے، اس کو چونکہ لکھے ہوئے بھی تقریباً صدی بیت چکی ہے اور بیشتر قدیم اردو کے متروک الفاظ کے ساتھ عربی، فارسی، ہندی کا بھی شمول ہے لہٰذا جہاں وضاحت کی حاجت ہو وہاں آپ احباب مطلع کر سکتے ہیں۔۔۔''

اس کے بعد موصوف نے پوری حدائق بخشش کی مکمل نعتیں اس صفحہ پر ٹائپ کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کو آپ بآسانی اپنے کمپیوٹر میں کاپی کر سکتے ہیں۔ ان کی یہ کاوش ہنوز جاری ہے جبکہ اب تک وہ حدائق بخشش اول کے صفحہ ۲۲ ؍اور کلام نمبر ے تک ٹائپ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

اسی کالم کے صفحہ دو پر شہباز رضوی نے ''یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو'' کے عنوان سے اعلیٰ حضرت کی مذکورہ حمد کو ٹائپ کیا ہے، جسے آپ پڑھ بھی سکتے ہیں اور اپنے کمپیوٹر کے انپیج ۳ میں ٹیکسٹ کی صورت میں کاپی بھی کر سکتے ہیں۔

اسی کالم میں ''تجھے حمد ہے خدایا'' کے عنوان سے تانیہ نامی خاتون نے اعلیٰ حضرت کی مشہور حمد ''وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا'' مکمل درج کیا ہے۔

مملکتِ نعت کے فرماں روا: امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ ایک فیس بک پروفائل ہے، جس میں مذکورہ عنوان پر پروفیسر محمد اکرم رضا نے بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔ موصوف کی تحریر کے درج ذیل پیراگراف سے ان کی تحریر کی افادیت کا اندازہ ہوتا ہے:

''امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے جن لازوال علمی وفقہی کمالات، باطنی ونظری خصوصیات اور علمی وادبی خصائص سے نواز رکھا تھا ان میں سے ایک صفتِ خاص آپ کی منفرد نعت گوئی ہے۔ اگر ایسے اساتذۂ فکر وفن کی فہرست تیار کی جائے جنھوں نے اس صدی میں ثنائے مصطفی کا پرچم لہرانے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا تو ان میں یقیناً سرِ فہرست حضرتِ فاضل بریلوی کا اسم گرامی ہوگا کہ جن کی نعت گوئی کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ بلکہ ان نابغۂ روزگار ثنا گویانِ کوچہ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء میں سے بیشتر نے انہیں فنِ نعت کے حوالے سے اہم سخن گو یاں قرار دیا ہے۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ چونکہ بہت بڑے عالم دین اور علوم شریعت سے غیر معمولی آگاہی رکھنے والے نعت گو شاعر تھے اس لیے انہوں نے نعت کے حقیقی مقام ومرتبہ کو اجاگر کیا۔ اس ضمن میں آپ نے نعت کی جو تعریف کی ہے وہ اصحابِ ذوق کے لیے شمع ہدایت ہے''

ان کے مضمون کا آخری پیراگراف جس کے ساتھ انہوں نے اپنے مضمون کا اختتام کیا ہے موصوف لکھتے ہیں:

''آج تمام نعت گو حضرت فاضل بریلوی کو امام سخن و بیاں قرار

دیتے ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج جب ایک بار چمکا تو پھر اس کی روشنی کبھی بھی ماند نہ پڑسکی بلکہ ہر آنے والے دور کا شاعر جب مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ذہن وفکر کو آمادہ کرتا ہے تو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام سے راہنمائی ضرور حاصل کرتا ہے۔ جب ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صدائیں ابھرتی ہیں تو جہاں اصحابِ نظر کی پلکیں عشق وعقیدت کے آنسوؤں سے نم ہوجاتی ہیں وہاں تصورات کے نہاں خانوں میں نعت گو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا جو روشن سراپا ابھرتا ہے وہ اس قدر سربلند اور سرفراز ہے کہ ان کے معاصرین اور عصرِ حاضر کے نعت گوشعرا کا وجود اپنی تمام تر بلند قامتی کے باوجود اس کے سامنے سر عقیدت خم کرتا نظر آتا ہے۔ آپ نے زندگی بھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصلِ ایمان سمجھے رکھا۔ اور خدا گواہ ہے کہ اس سے بڑی حقیقت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اسی موضوع سے متعلق آپ کے اسی جاوداں شعر پر اس تحریر کا اختتام کر رہے ہیں ؎

انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

۳۔ جیواردوڈاٹ کام

www.geourdu.com:

جیواردوڈاٹ کام فرانس کی ایک ویب سائٹ ہے، جس پر ''مقبول شخصیات'' کے کالم میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی حیات وخدمات کا ایک مفصل خاکہ پیش کیا گیا ہے جو کہ قابل مطالعہ اور بصیرت افروز ہے۔

۴۔ نورِمدینہ ڈاٹ نیٹ:

www.nooremadinah.net

اس ویب سائٹ پر مولانا کاشف اقبال مدنی قادری رضوی کی ایک طویل تحریر ''امام احمد رضا قادری حنفی مخالفین کی نظر میں'' کے عنوان سے جو کہ تقریباً ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے لائق مطالعہ ہے: موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں:

''چودہویں صدی کے مجدد، امام عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات بے شمار خوبیوں کی مالک ہے، آپ نے ہر میدان میں فتوحات کے جھنڈے گاڑے، یہی وجہ تھی کہ آپ علیہ الرحمہ کی ذات سے اغیار بھی متاثر تھے جس کی بناء پر وہ آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک مرتبہ مجھے کسی ساتھی نے بتایا کہ حیدرآباد شہر میں ایک بزرگ مفتی سید محمد علی رضوی صاحب مدظلہ العالی جلوہ افروز ہیں جن کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ لٰہذا فقیر دل میں یہ آرزو لئے کہ اعلیٰ حضرت کا دیدار تو نہ کیا مگر جس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا ہے ان کی آنکھوں کا ہی دیدار ہوجائے، فقیر حیدرآباد اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فقیر نے مفتی سید محمد علی رضوی صاحب سے عرض کی جس وقت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا وصال ہوا اس وقت کی کوئی یادگار بات ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا:

"جس وقت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کا وصال ہوا اس وقت میں لاہور میں تھا عین اس وقت دیوبندی آکابر مولوی اشرف علی تھانوی کسی جلسے سے خطاب کر رہا تھا اس وقت مولوی اشرف علی تھانوی کو یہ اطلاع دی گئی کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ بریلی شریف میں وصال فرما گئے ہیں تو اس وقت اس نے اپنی تقریر روک کر سامعین سے کہا کہ اے لوگو! آج سے عاشق رسول چلا گیا۔ جسے اس وقت کے تمام اخبارات نے شائع کیا، یہ میری زندگی کی یادگار بات ہے جسے میں آج تک نہیں بھلا پایا۔''

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ساری زندگی دشمنان اسلام کے لئے شمشیر بے نیام بن کر رہے مگر اس کے باوجود باطل نظریات رکھنے والی کئی جماعتوں کے اکابر نے اعلیٰ حضرت کے متعلق تعریفی کلمات تحریر کئے، فقیر یہ سمجھتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کرامت ہے کہ آپ کی قابلیت کو دیکھ کر مخالفین بھی تعریف لکھنے پر مجبور ہو گئے، زیر نظر کتاب بھی اسی عنوان پر ہے، جس میں مؤلف نے مخالفین کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق کم وبیش ستر تاثرات جمع کے ہیں، جن میں دیوبندی، غیر مقلدین اور جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کے قائدین ادیب، علماء، شعراء اور ایڈیٹر حضرات نے اعلیٰ حضرت کے حوالے سے اپنے خیالات اور تاثرات پیش کئے ہیں، اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام سلسلہ اشاعت نمبر 451 میں جمعیت اشاعت اہلسنت نے کیا ہے۔

(جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

■ مفتی ذوالفقار خان نعیمی

تَاجُ الشَّرِیْعَہ کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث

دوسری قسط

گذشتہ سے پیوستہ:

اعلیٰ حضرت کی طرف سے نماز کی ادائیگی میں سبب منع من جہۃ العبد کی قید کو آزادی ہند سے قبل خودمختار کمپنیوں سے مقید کردینے پر تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

’’بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہے جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے اور مسلمانوں کو نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں چلتی ٹرین پر استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔ کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خودمختار ہوتی تھیں خودمختار ہیں اور ضرور ہیں۔ تو کیا مدار کار خودمختار ہونے پر نہیں کیا کمپنیاں خودمختار ہوں (اگرچہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جہۃ العبد ہوگا اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہوجائے گا۔ جب مدار کار خودمختار ہونے پر ہے ۔۔۔ تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ

’’یہ صورت حال زمانۂ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا‘‘ کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے وہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہوا اور یہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہے تو خاص وعام تفرقہ چہ معنی دارد؟

[مرجع سابق، ص۲۹، ۳۰]

آخر میں تحقیق کا لب لباب اور چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

’’فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع عذر سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اس پر نماز صحیح ہے۔‘‘ [مرجع سابق، ص۳۹، ۴۰]

ٹائی کا تحقیقی بیان

دور حاضر میں ٹائی پہننا عام طور پر رائج ہوتا جارہا ہے کمپنی ہو یا اسکول ملازمین سے لے کر اسکول میں پڑھنے والے بچوں تک سبھی پر اس کی پابندی لازم قرار دی جارہی ہے۔ اغیار کا ٹائی استعمال کرنا نہ کرنا ہماری بحث میں شامل نہیں البتہ ٹائی کی حقیقت جانے بغیر اہل اسلام کا کثرت سے ٹائی استعمال کرنا محل فکر اور باعث تشویش ضرور ہے۔ تاج الشریعہ سے جب اس کی حقیقت اور اس کے حکم شرعی کی بابت استفتاء کیا گیا تو آپ نے ٹائی کی حقیقت وماہیت پر ایسی زبردست تحقیق فرمائی کہ پھر کسی کو مجال دم زدن نہ رہا اور پھر دلائل شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں اس پر حرمت شرعی کا جو حکم شرعی منطبق فرمایا اس سے مسئلہ کی توضیح بھی ہوگئی اور ٹائی پہننے والوں کے لئے تنبیہ بھی۔

آپ کی اس مکمل اور مفصل تحقیق انیق کا بنیادی اور اصولی زاویہ بحث ٹائی کا مذہب عیسائیت کا مذہبی شعار ہونا اور شریعت مصطفی کے مطابق اہل اسلام کے لئے دوسرے کسی بھی مذہب کے شعار کا لائق استعمال نہ ہونا ہے۔

آئیں اس بحث کے اسی بنیادی نکتہ پر تاج الشریعہ کی تحقیق کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں:

''عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی اور سولی پر لٹکایا لہٰذا عیسائی اس کی یاد میں صلیب کا نشان جسے کراس کہتے ہیں اور گلے میں ٹائی باندھتے ہیں۔ حضرت اقدس (مفتی اعظم ہند قدس سرہ) کی خدمت میں رہنے والوں کا بارہا کا مشاہدہ تھا کہ کسی کو ٹائی پہنے دیکھتے سخت برہمی کا اظہار کرتے اور ٹائی اتروادیتے تھے اور ٹائی کو عیسائیوں کا شعار بتاتے تھے۔''

[ٹائی کا مسئلہ، ص ۱۰]

اور پھر آگے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے ٹائی کو عیسائیوں کے شعار کہے جانے پر تائیدی گفتگو فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہم بعونہ تعالیٰ اس فتوی مبارکہ کی تائید میں بنائے کار اس امر پر رکھیں جو سب کے نزدیک مسلم ہے، اور وہ ہے کراس (c r o s s) جسے مسلم و غیر مسلم سب بالاتفاق عیسائیوں کا نشان جانتے ہیں۔ اس کراس کا اطلاق جس طرح اس معروف نشان پر ہوتا ہے اسی طرح وہ تختہ جس پر بقول نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دی گئی بھی کراس کا مصداق ہے۔''

[مرجع سابق ص ۱۱]

اور اس بات کی تائید میں آپ نے انگریزی کی متداول لغت practical advanced twentieth century dictonary سے cross کے معانی اور اس کی ساخت وغیرہ بیان فرمائی نیز عیسائیوں کے نزدیک اس کا محافظ بلا یا اور باعث برکت ہونا ثابت کیا۔ اور فرمایا

''مذکورہ بالا کی روشنی میں مروجہ ٹائی کو دیکھئے تو صاف ظاہر ہوگا کہ یہ پھانسی کے تختہ کے مشابہ ہے خصوصا سیدھی چوڑی پٹی والی ٹائی تو اس تختہ دار سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے اور عیسائیوں کے نزدیک یقیناوہ بھی مقدس و محترم ہے نہ یہ کہ صرف وہ پورے کراس کا نشان ہی مقدس ٹھہرے۔ اور مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ صلیب کا نشان بنانا اگر چہ ہاتھوں کے اشارہ سے ہوا ہی میں سہی باعث برکت وحفاظت جانتے ہیں تو صلیب یا جزء صلیب کی نشانی کو اپنے گلے میں ڈالنا کیوں نہ باعث برکت جانیں گے۔ ضرور وہ اس عقیدہ کے مطابق برکت کا باعث ہے اور یہ ٹائی ہے جسے عیسائی گلے میں باندھتے ہیں۔''

[مرجع سابق ص ۱۱، ۱۲]

اور پھر تفصیلی گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں

''بالجملہ ٹائی کامکمل کراس مع شے زائد ہے کہ اس میں پھانسی کا پھندا بھی ہے اسی پر بوٹائی (bowti) کو قیاس کر لیجئے اس کے گلے میں بندھنے سے بھی کراس کی شکل بنتی ہے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے (یہاں اس کی ساخت کا نقشہ دیا گیا) اور کراس اور شبیہ کراس عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے تو ٹائی کو کراس مانو یا شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے اور جو چیز کافروں کا مذہبی شعار ہو وہ ہرگز روا نہ ہوگی۔ اگر چہ معاذ اللہ کیسی ہی عام ہو جائے۔''

[مرجع سابق ص ۱۲]

مزید فرماتے ہیں:

''اہل بصیرت کو تو خود ٹائی کی شکل سے اس کا حال معلوم ہو گیا مگر اس کی عیسائیوں کے یہاں اتنی اہمیت ہے کہ مردہ کو بھی ٹائی پہناتے ہیں تو ضرور یہ ان کا مذہبی شعار ہے جو مسلم کے لئے حرام اور باعث عار و نار ہے۔ مسلمانوں کو اس کی ہرگز اجازت نہیں مل سکتی ان کے اوپر لازم ہے کہ اس سے شدید احتراز کریں''

[مرجع سابق ص ۱۲، ۱۳]

ٹائی کے عیسائی مذہب کا شعار ہونے پر مزید کلام کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ٹائی شعار نصاری ہونے پر بذات خود شاہد عدل ہے تو اب اس کے ہوتے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں اور کسی شاذ و نادر کا انکار اصلا مضر نہیں تاہم اس پر مومن و کافر سب متفق ہیں کہ یہ نصرانیت کا شعار ہے۔

ابھی پچھلے سال کی بات ہے کہ ڈربن (افریقہ) میں ایک نو مسلم (سابق عیسائی) نے بتایا کہ ٹائی کو چرچ کی عزت کا لباس تصور کیا جاتا ہے جس سے اس کی مذہبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ نیز ایک پاکستانی عالم سے ایک پادری نے کہا کہ ''ٹائی باندھنے سے ان کے بطور ثواب بڑھ جاتا ہے۔''

[مرجع سابق ص ۱۳، ۱۴]

مزید براں ٹائی سے متعلق حضور اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کی فتاوی سے قرآنی آیات احادیث منیرہ اور فقہی جزئیات سے مزین

بہت سے اہم شواہد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شعار کفر معاذ اللہ کتنا ہی عام ہوجائے وہ شعار ہی رہے گا اور اس کا حکم کبھی نہ بدلے گا۔''

[مرجع سابق ص ۲۰]

اور پھر ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض اذہان میں یہ خلجان ہے کہ شعار کفر اگر عام ہوجائے تو وہ شعار نہ رہے گا، جیسے شعار قومی مسلمانوں میں عام ہونے کی صورت میں کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں رہے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا فرمان واجب الاذعان بدیہی ہے اور چنداں استدلال کا محتاج نہیں اور اس کے مقابل بعض اذہان کا خلجان بین البطلان ہے۔ ظاہر ہے کہ کفار کا شعار مذہبی وہ علامت خاصہ مشتہرہ ہے جس کو ہر خاص وعام ان کے مذہب کا خاص نشان سمجھتا ہے جس کو اپنانا خواہی نخواہی اس بات پر دلیل ہوتا ہے کہ اپنانے والے نے کفار کا مذہب اختیار کرلیا اسی لحاظ سے اس کے مرتکب پر حکم کفر لگتا ہے اگرچہ اس کے علاوہ کوئی بات منافی اسلام اس سے سرزد نہ ہو لامحالہ کفار کا شعار مذہبی کفر ہے اور کفر بہر حال کفر ہی رہے گا۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں کسی حال میں کہیں بھی پایا جائے وہ اصلاً قابل تغیر نہیں ہے۔

[مرجع سابق ص ۲۰]

آپ اس پر مزید گفتگو فرمانے کے بعد شبہ مخالف کی دلیل کی تضعیف وتردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس جگہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے استناد جس میں وارد ہوا ''کان ابن عباس یصلی فی البیعة الابیعة فیھاتماثیل یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما '' گرجا میں نماز پڑھتے تھے مگر اس گرجا میں نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام وحضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجسمے ہوتے، اصلاً مفید نہیں اور اس سے مفہوم شعار میں وہ قید ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس جگہ شعار مذہبی کا تحقق ہی محل منع میں ہے کہ کنیسہ میں باختیار و رغبت جانا منع ہے اور وہی کفار کا طریقہ اور ان کا شعار ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کنیسہ میں جانا باختیار نہ تھا بلکہ بحالت اضطرار واقع ہوا۔

عینی میں اس حدیث کے تحت ہے وزادفیه فان کان فیھاتماثیل خرج فصلی فی المطرانتھی ملتقطا۔ یعنی بغوی نے جعدیات میں اتنا زیادہ کیا کہ اگر کنیسہ میں تصویریں ہوتیں تو اس سے نکل جاتے اور بارش ہی میں نماز پڑھتے ۔۔۔۔۔۔ اسی لئے حضرت امام عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فعل ابن عباس وقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں رفع معارضہ کے لئے فرمایا "وتقریر الجواب ان ماکان فی ذاك الباب بغیر الاختیار ومافی ھٰذالباب کقول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انالاندخل کنائسکم یعنی بالاختیار والاستحسان دون ضرورۃ تدعوالی ذالك. یعنی جواب تقریر یہ ہے کہ جو اس باب میں ہے وہ بغیر اختیار ہے اور جو اس باب میں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ ہم تمہارے کنیسوں میں داخل نہیں ہوتے یعنی بالاختیار اچھا جانتے ہوئے مگر یہ کہ جب ضرورت اس کی طرف داعی ہو۔''

اور بحالت اضطرار ناپسندیدگی کے ساتھ کنیسہ میں جانا مومن ہی کی شان ہے اور برضا و رغبت کنیسہ میں جانا کافروں کا کام ہے اور یہ کفری شعار ہے اور اس میں کفار کی موافقت باجماع مسلمین کفر ہے۔''

[مرجع سابق ص ۲۱،۲۲]

الحاصل: بہت سے دلائل وشواہد سے اپنی تحقیق کو مزین فرمانے کے بعد بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ٹائی کی حیثیت ضرور مذہبی ہے جسے ہر خاص وعام جانتا ہے اور ہم نے اس پر اپنے فتوی میں شواہد جمع کئے ۔۔۔۔ لہٰذا ٹائی باندھنا ضرور فعل کفر ہے مگر عوام اسے ایک وضع جانتے ہیں لہٰذا عوام کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں جب کہ ثابت ہو کہ دانستہ موافقت اور استحسان کے طور پر ٹائی باندھنے کا ارتکاب کیا اور یہ معاملہ قلب سے تعلق رکھتا ہے جس پر حکم لگانا روا نہیں البتہ اس کے حرام ہونے میں کسی عاقل منصف کو شبہ نہیں ہوسکتا۔۔۔۔ بہر حال ٹائی کا استعمال حرام اشد حرام بدکام بدانجام ہے اور باندھنے والے پر عند الفقہا حکم کفر ہے اگرچہ احتیاطاً محض باندھنے پر محققین کے نزدیک تکفیر نہیں کی جائے گی بفرض غلط ٹائی کو شعار نہ مانیں تو بھی حکم حرمت قائم ہے کہ شرعاً امتیاز مسلمین مطلوب ہے۔''

[مرجع سابق ص ۲۴،۲۷]

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت:

سائنسی نت نئی ایجادات نے جہاں ہمیں آسانیاں فراہم کی ہیں وہیں بہت سے پیچیدہ مسائل بھی پیدا کئے ہیں۔ سائنسی ایجادات میں خاص کر موبائل نیٹ فیکس وغیرہ نے عوام الناس کو سہولتیں دیں تو اہل علم

حضرات کو بہت سی دشواریوں میں ڈالا۔ موبائل وغیرہ جدید ذرائع ابلاغ سے وابستہ یوں تو بہت سے مسائل ہیں مگر ان مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ ان سے رویت ہلال کے ثبوت کا ہے۔ بعض اہل علم حضرات کے نزدیک موبائل نیٹ فیکس وغیرہ کی خبر "خبر مستفیض" کے حکم میں ہے اور ایسی صورت میں اس سے چاند کی شہادت درست وصحیح ہے۔ لیکن اکابر علماء کی اکثریت خاص کر حضور تاج الشریعہ ان آلات جدیدہ کی خبر کو "خبر مستفیض" ماننے سے انکار کرتے ہیں اور ان آلات سے رویت ہلال کے ثبوت کو غیر معتبر اور ناکافی تسلیم کرتے ہیں۔ گویا اس مسئلہ کی بنیادی اور اصولی بحث ان جدید آلات کی خبر کا "خبر مستفیض" ہونا نہ ہونا اور موبائل وغیرہ کی خبر کا رویت ہلال کے معاملہ میں معتبر ہونا ہے۔ اس سلسلے میں حضور تاج الشریعہ کا موقف ہم اوپر بیان کر ہی چکے ہیں اب ہم اسی بنیادی بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور تاج الشریعہ کی اس مسئلہ میں کی گئی تحقیق انیق کے چند اہم اور مفید مضامین کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

آپ موبائل وغیرہ کی خبر کو خبر مستفیض ماننے والوں کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے خبر کی صحت سے متعلق رقمطراز ہیں:

"صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔ اتصال بے ملاقات متصور نہیں اسی لئے تو امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالفعل ملاقات کو حدیث کی صحت کے لئے شرط قرار دیا اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی یعنی انہوں نے اس پر محمول کیا کہ راوی کی مروی عنہ سے بوجہ معاصرت ملاقات ہوئی ہوگی اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سیکڑوں واسطے ہوں تو بدیہی ہے کہ دونوں کا اتصال نہ ہوا تو خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اور جب جب خبر منقطع ہے تو ہرگز بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتی اگرچہ متعدد منقطع باہم مل جائیں جب بھی وہ خبر متصل نہیں ٹھہر سکتی۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ شیخ مصطفی رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفاضہ یک جو تعریف بایں الفاظ کی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبرعن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن روية تحقق استفاضہ کی شرط ہے نہ یہ کہ تحقق کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے کہ اتصال بے ملاقات نامتصور اور ملاقات کے لئے جماعتوں کا آنا ضرور۔"

[جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت، ص ۳۰]

اور پھر آپ نے حضور اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے استفادہ فرماتے ہوئے خبر مستفیض کی مکمل وضاحت فرمائی۔ بعدہٗ خبر مستفیض اور خبر متواتر کے

مترادف ہونے پر تحقیقی کلام کرتے ہوئے لب لباب یہ پیش فرمایا کہ:

"خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے اور متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے جس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اتنی بات پر جملہ محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس صورت میں خبر مستفیض از قبیل روایت ہے نری خبر نہیں"

[جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت، ص ۳۴]

بالجملہ آپ نے اپنے موقف کو قرآن وحدیث متون وشروح فتاوی واصول اور بہت سی نصوص فقہیہ اور تصریحات ائمہ سے اپنے موقف پر استدلال فرمایا اور لب لباب یہ بیان فرمایا:

"یہاں سے ظاہر کہ مذکورہ طریقے اور اس کے علاوہ دوسرے طریقے جن میں مدار ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس پر ہے وہ خود مستقل طور پر قابل اعتبار نہیں بلکہ محتاج تصدیق ہیں اور ان کی تصدیق ٹیلیفون موبائل ای میل فیکس سے نہیں ہوسکتی کہ اندیشے سے خالی نہیں اور مشتبہ مشتبہ کا مصدق نہیں ہوسکتا اور فیکس ای میل اگرچہ دس گیارہ ہوجائیں یوں ہی فون اگرچہ متعدد ہوں بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہوسکتے۔ اور جب ان ذرائع میں یہ کچھ اندیشے ہیں اور یہ بذات خود کافی نہیں اور ان کے ذریعہ تصدیق بھی مشتبہ تو ان جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبروں میں شبہ کیوں نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً عید کے سلسلے میں بصورت استفاضہ بھی اندیشہ مانا تو ان اخبار پس پردہ کا بمنزلۂ استفاضہ ہونا یوں بھی ممنوع اور ان میں اشتباہ واندیشہ خود کو مسلم تو سبیل اطلاق منع اور اندیشوں اور مفسدوں کا دروازہ بالکل بند کرنا ہے۔ تو ٹیلیفون فیکس وغیرہ مشتبہ ذرائع سے موصول ہونے والی خبریں معتبر نہیں ہوسکتیں اگرچہ خبر دینے والے سنی ہوں۔ ہاں ٹیلیفون وغیرہ پر کسی طرح اعتبار کا انجام تصریحات ائمہ مذہب کو بالائے طاق رکھنا اور قیود مذہب سے آزادی میں دوسروں کے ساتھ مشارکت اور عوام کو آزاد کرنا ضرور ہوگا۔"

[جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت، ص ۴۲ تا ۴۴]

الغرض مشتے نمونہ از خروارے حضور تاج الشریعہ کی تحقیقات انیقہ نافعہ منیفہ کی یہ چند جھلکیاں تھیں۔ جس سے حضرت کی علمی وسعت، محققانہ بصیرت اور مفکرانہ صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ حضرت کو عمر خضر عطا فرمائے اور حضرت کے خوان علم سے ہمیں زیادہ سے زیادہ خوشہ چینی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

□□□

میزان مطالعہ

نام کتاب: ''الکلمات القاطعہ للافکار الزائفہ''
مصنفہ: مولانا مفتی راحت خان قادری
صفحات: 146
ناشر: المکتب النور، شکار پور چودھری عزت نگر بریلی شریف۔
قیمت: 60، روپے
مبصر: غلام مصطفیٰ نعیمی

جماعت اہل سنت کو یہ امتیاز وخصوصیت حاصل ہے کہ اس کے علما ومشائخ اور ذمہ دار افراد مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے نام پر ہر طرح کے رطب و یابس اور ہذیانات وخرافات سے دور ونفور ہی رہے اور اسلامی تعلیمات کو خلط ملط کرنے کی کاوش بیجا کے مرتکب کبھی نہیں ہوئے، جبکہ دیگر کلمہ گو جماعتوں کے صاحبان زبان وقلم نے مادی منفعتوں اور سیاسی سہولتوں کی خاطر مذہبی ہم آہنگی اور نام نہاد رواداری کے نام پر اسلامی تعلیمات میں تحریف وتبدیل کا گھنونا کام کھلے بندوں انجام دیا، کبھی مندروں میں جا کر تقریریں کیں، کہیں رام وکرشن جیسے جھوٹے خداؤں کو نبی ورسول قرار دیا، کہیں ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا کی ستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے، تو کہیں گنگا وجمنا کو زمزم کی طرح مقدس بتا کر اہل اسلام کی رسوائی کا سامان کیا حد تو تب ہوگئی جب ملک کی سابق وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی موت کے بعد کچھ جبہ ودستار والے اس کے مرگھٹ پر قرآن خوانی کرنے پہنچ گئے۔ دن کے اجالے میں ایسے چہروں کو دنیا نے خوب دیکھا اور اچھی طرح جان لیا کہ دنیا کو دین کی دعوت دینے کا ڈھونگ کرنے والے یہ انسان اپنی دنیا کو جنت بنانے کے لئے ہر سودا کر سکتے ہیں۔ جماعت اہل سنت کے علما ومشائخ اور ذمہ دار افراد نے ہمیشہ اپنے آپ کو ان ساری خرافات سے کوسوں نہیں لاکھوں میل دور رکھا اور تحریراً تقریراً ان ساری خرافات کی بخیہ دری بھی فرمائی۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے برا نشہ ہر دل عزیز ہونے کا ہوتا ہے۔ جس کے لئے حریص انسان اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیتا ہے۔ اب تک یہ عمل غیروں کے یہاں روا تھا مگر افسوس! اپنی ہی جماعت کے ایک نامور خطیب نے ہر دل عزیزی کی خاطر اسلامی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے مشہور دیوتا ''رام'' کی تعریف وتوصیف سے اپنے زبان ودہن کو جو آلودہ کیا ہے اس سے پوری سنی دنیا سکتے میں آگئی۔ خطیب اپنا تھا، مگر شریعت میں مداہنت نہیں، اس لئے حکم شرع جاری فرما کر خطیب کے لئے نجات وہدایت کا راستہ بتا دیا گیا، مگر برا ہو حسد اور عصبیت کا، کہ ایک شرعی مسئلے کو اپنی جھوٹی انا وعزت سے جوڑ کر لیپا پوتی سے کام لیا گیا اور اپنے علم وقابلیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے زہر کو شہد ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی، زیر تبصرہ کتاب مستطاب ''الکلمات القاطعہ للافکار الزائفہ'' اسی ناروا کوشش کا احسن رد اور شرعی تقاضوں اور اس کی ذمہ داری ادا کرنے کا شاندار نمونہ ہے۔

اس کتاب پر شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی بہاؤ المصطفیٰ قادری، پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی محمد صالح قادری صاحب، شیخ الحدیث جامعۃ الرضا، حضرت مفتی ابو الحسن قادری رضوی، جامعہ امجدیہ گھوسی اور مجاہد سنیت ''مذہبی دنیا کے گوگل'' محترمی جناب میثم عباس قادری رضوی لاہوری ایسے صاحبان علم وفضل کی تحریریں بطور تقریظ شامل ہیں جس سے کتاب کا وزن اور معیار مزید بڑھ جاتا ہے۔

مرتب کتاب نے پہلے خطیب کی تقریر کو من وعن نقل کیا ہے بعدہ اس کے رد اور حمایت میں جاری ہونے والے فتوے نقل کئے ہیں، صفحہ 52 سے مفتی نظام الدین صاحب کے فتوے کا شرعی جائزہ لیا ہے۔

مفتی نظام الدین صاحب کے فتوے پر مرتب کتاب نے کل آٹھ مقامات پر تبصرہ کے عنوان سے معارضہ قائم کیا ہے اور مفتی صاحب کے فتوے پر اعتراض قائم کرتے ہوئے نقد کیا ہے، اعتراض خالص عالمانہ پیرایہ بیان میں ہے اور کہیں بھی حیثیت عرفی کو مجروح کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے، ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

اپنے فتوے میں مفتی نظام الدین صاحب نے علامہ قرطبی کی ایک عبارت نقل کی ہے وَیَجوز عِند الامۃفَرض الباطِل معَ الخصم...... منقولہ عبارت میں وارد "فرض الباطل" سے مفتی نظام الدین صاحب نے جو استدلال کیا وہ سراسر علامہ قرطبی کے خلاف ہے۔ کہاں باطل کا فرض کرنا اور کہاں باطل کا بکنا، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، مفتی صاحب اپنے خطیب کو بچانے کے لئے نہ جانے کیا لکھ گئے، مگر مفتی راحت صاحب نے اس مقام پر بڑا عالمانہ تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں:

''مفتی صاحب کا یہ اقتباس دیکھ کر ایسا لگا کہ ضرور مفتی صاحب قبلہ کو تسامح ہوا ہے کیوں کہ اس کا جو مطلب مفتی صاحب قبلہ نے بیان کیا ہے یقیناً عبارت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' (صفحہ ۶۲)

مزید مرتب کتاب نے باطل کی شناعت میں ۱۲ آیات قرآنیہ سے بھی استشہاد کیا ہے اور علامہ قرطبی کی عبارت کے درست مفہوم کو ایک آیت اور اس پر امام الہند حضرت صدر الافاضل کے تفسیری حاشیہ اور ایک حدیث سے بھی مزین کیا ہے۔

صفحہ ۷۸ سے خطیب کی تقریر کا شرعی جائزہ لیا ہے اور تقریر کے ۱۲۹ اقتباسات پر بڑے فاضلانہ انداز میں گرفت فرمائی ہے اور ہر مقام پر

قرآن واحادیث اور اقوال فقہا سے اپنے موقف کو مضبوطی سے پیش کیا ہے اور بڑے احسن انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ خطیب کا ایک ایک جملہ بے راہ روی، مذہبی بے حمیتی و بے غیرتی اور دنیوی عزت وشہرت کے حصول کی ایک ناروا کوشش ہے۔جیسا کہ خطیب کی تقریر کے اقتباس نمبر 21,22,23 میں مرتب کتاب نے اس کو بیان کیا ہے۔

خطیب نے ''رام کتھا'' میں بیان کیا تھا کہ ان کی بیوی مراری باپو کا پروچن ٹی وی پر دیکھتی ہیں اور مکمل سنے بغیر ٹی وی بند ہی نہیں کرتیں، جب خطیب گھر سے رام کتھا میں شرکت کے لئے نکلے تو ان کی اہلیہ نے اس ہندو پنڈت کو سلام کہلایا اور اپنے شوہر سے کہا کہ وہ پنڈت جی سے ان کی بات بھی کرائیں تاکہ ہم بھی خوش نصیب ہوجائیں۔تقریر کے ان اقتباسات پر مرتب کتاب نے بڑا فکر انگیز تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں:

کیسا ضمیر ہے خطیب صاحب کا کہ ان کی بیوی ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی مذہبی باتیں ٹی وی پر دیکھتی اور سنتی ہیں اور وہ اس کو منع تک نہیں کرتے، منع کرنا تو بہت دور کی بات دل سے برا تک نہیں جانتے۔'' (صفحہ ۱۱۷)

حالانکہ اس بات کو مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ کسی غیر محرم سے بات کرنا کسی مسلم خاتون کے لئے ہرگز روا نہیں چہ جائیکہ کسی غیر مسلم پنڈت سے اپنی بیوی کی بات کرانا؟ ایک غیرت مند انسان کبھی اس پر راضی نہیں ہوسکتا کہ اس کی بیوی اجنبیوں سے بات چیت کرے، اگر کسی مرد کو یہ پتا لگ جائے تو اس کے خون میں ابال آجائے مگر حیرت ہے کہ خطیب موصوف کی نہ غیرت ایمانی جاگی اور نہ ہی خون میں ابال آیا بلکہ انہوں نے اس کو بھرے مجمع میں بڑے فخر سے بیان کیا، حالانکہ امام احمد ونسائی و بزار وحاکم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی۔شراب کی مداومت کرنے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے (مسند احمد ابن حنبل، مسند عبداللہ ابن عمر حدیث ۲۷۳ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

درمختار میں لکھا ہے:

دیوث من لا یغار علیٰ امرأته او محرمه (درمختار باب التعزیرات ۳۲۸/۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی) جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے۔

اگر خطیب کے تعلق سے یہ مان لیا جائے کہ خطیب کو ان ساری عبارات کا پتا نہیں تھا تو کیا خطیب فطری غیرت وحمیت سے بھی عاری ہو گئے تھے جو ایک غیرت مند انسان کو ہوتی ہے؟ اور ان سب سے زیادہ قابل مذمت وہ رویہ ہے جو خطیب کے حامی مفتیان نے اپنایا کہ اتنے سخت معاملے پر بھی وہ چپ کا روزہ رکھ کر بیٹھ گئے، ایسے مذموم عمل کی مذمت تو درکنار تنبیہ کرنا بھی مفتی نظام الدین صاحب اور ان کے مصدقین نے ضروری نہیں سمجھا، کیا یہ کتمان حق نہیں ہے؟ چشم پوشی کی بھی حد ہوتی ہے؟ مفتی نظام الدین صاحب کا سیال قلم یہاں آکر کیوں خاموش ہوگیا؟ قوم ان سے اس سوال کا جواب ضرور جاننا چاہے گی۔

اپنی مادی منفعت اور ہر دل عزیزی کی خاطر خلاف اسلام کام کرنا اور اسے ملت کے مفاد سے جوڑ کر بیچنے کی ناکام کوشش خطیب کی اپنی تقریر سے ہی ظاہر ہوجاتی ہے، جیسا کہ خطیب نے خود اپنی تقریر میں بیان کیا ہے کہ انہیں سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ نے مشورہ دیا تھا کہ ''مراری باپو کے درشن ضرور کرنا۔'' اس پر مرتب کتاب نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے:

''جی ٹھیک فرمایا! حق بات زبان پر آہی گئی آپ کو تمنا، آرزو اور خواہش تو بہت پہلے سے تھی مراری باپو کا درشن کرنے کی جب آپ کی اہلیہ کو مراری باپو سے اتنا گہرا لگاؤ تو آپ کے بارے میں کون اندازہ کرسکتا ہے؟ ہاں اس اقتباس سے اس بات کی تکذیب ضرور ہوتی ہے جس کا ذکر آپ نے استفتا میں کیا تھا کہ۔۔۔۔۔۔لوگوں نے مجھے [مراری باپو کے] پروگرام کی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا ۔۔۔آپ کو اس کا اشتیاق تو پہلے سے ہی تھا لیکن موقع اب ہاتھ لگا۔'' (صفحہ ۸۳)

اس کے علاوہ مفتی راحت صاحب نے اپنی کتاب میں رام کی حیثیت، رام کتھا کا مذہبی مقام اور کفریہ شرکیہ مجالس میں اہل اسلام کی شرکت اور معبودان باطلہ کی تعریف وتوصیف جیسے اہم امور پر کھل کر گفتگو فرمائی ہے۔مفتی صاحب کا انداز تحریر بڑا شستہ اور سادگی و پرکاری کا خوب صورت نمونہ ہے، دلائل کی کثرت اور معقولیت کا عنصر پوری کتاب میں نظر آتا ہے، قلمی پیکاری اور حیثیت عرفی کو مجروح کرنے جیسے انداز سے کتاب ایک دم پاک ہے ایک اہم اور سلگتے ہوئے مسئلے پر اتنی تحقیقی کتاب اور جرأت وہمت کے لئے مفتی راحت صاحب قابل مبارک باد ہیں۔آج جب کہ ہر طرف مادیت کا ہنگامہ ہے، لوگ ''کسی سے مت بگاڑو'' کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں ایسے پر آشوب ماحول میں مفتی راحت صاحب نے جماعت کے چہرے کی آب وتاب میں اضافہ ہی کیا ہے جس کے لئے بجاطور پر وہ سراہے جانے کے لائق ہیں۔

ہر منصف مزاج اور تحقیقی ذہن رکھنے والے کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے اور عصبیت سے بالاتر ہوکر حق کو قبول کرنا چاہیے چاہے حق کے سامنے کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔کتاب کی قیمت صرف ساٹھ روپے ہے کاغذ درمیانی طباعت عمدہ ہے بریلی شریف کے سبھی مکتبوں سے اس کتاب کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔